اصولِ فقہ

حکمِ شرعی-I

(حکمِ تکلیفی)

www.KitaboSunnat.com

شریعہ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

www.KitaboSunnat.com

قانون اسلامی ..... اختصاصی مطالعہ

اصولِ فقہ II

حکم شرعی ۔ I

حکم شرعی ۔ I
(حکم تکلیفی)

www.kitabosunnat.com

ڈاکٹر محمود الحسن عارف

شریعہ اکیڈمی

بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قانونِ اسلامی۔ اختصاصی مطالعہ

اصولِ فقہ......II

حکمِ شرعی۔ I

عنوان	:	حکمِ شرعی-I (حکم تکلیفی)
مولّف	:	ڈاکٹر محمود الحسن عارف
نظرِ ثانی	:	پروفیسر ڈاکٹر محمد یوسف فاروقی
ادارت	:	عرفان خالد ڈھلوں
حتمی تصحیح	:	شہزاد اقبال شام
نگران مطالعہ اسلامی قانون کورس	:	شہزاد اقبال شام
مطبع	:	سیّد عبدالرحمٰن بخاری
ناشر	:	شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد
مطبع	:	روحا پرنٹرز ۱۷ وحدت روڈ لاہور
سالِ طباعت	:	۲۰۰۲ء
تعداد	:	1000

www.kitabosunnat.com

ISBN 969-8263-19-5

المكتبة الرحمانية
۹۹۔ جے ماڈل ٹاؤن۔ لاہور
نمبر ....

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فہرست

۱۔	پیش لفظ	۵
۲۔	تعارف	۷
۳۔	حکم شرعی تکلیفی	۹
۴۔	حکم شرعی	۹
۵۔	حکم کی تعریف	۹
۶۔	حکم کی اقسام	۹
۷۔	حاکم کی تعریف	۱۲
۸۔	حاکم کے بارے میں تین نظریے	۱۳
۹۔	محکوم فیہ یا محکوم بہ	۱۷
۱۰۔	محکوم فیہ کی شرائط	۱۷
۱۱۔	نسبت کے اعتبار سے محکوم فیہ کی اقسام	۲۰
۱۲۔	محکوم علیہ	۲۲
۱۳۔	محکوم علیہ کی شرائط	۲۳
۱۴۔	حکم شرعی تکلیفی	۲۹
۱۵۔	حکم تکلیفی کی تعریف	۲۹
۱۶۔	حکم تکلیفی کی اقسام	۳۰
۱۷۔	واجب	۳۰
۱۸۔	مندوب	۳۶
۱۹۔	حرام	۳۹
۲۰۔	مکروہ	۴۲
۲۱۔	مباح	۴۴
۲۲۔	اہم نکات	۴۵
۲۳۔	کتب برائے مزید مطالعہ	۴۷
۲۴۔	مصادر و مراجع	۴۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

پیش لفظ

کسی ریاست کا رائج قانون اس میں بسنے والوں کے اساسی نظریات و عقائد کا عکاس ہوتا ہے ورنہ قانون اور قوم میں اجنبیت کے باعث نہ تو قانون اس قوم میں قبولیتِ عام کی سند حاصل کرتا ہے اور نہ قوم اس قانون کے احترام اور پاسداری میں گرمجوشی کا مظاہرہ کرتی ہے جس کا نتیجہ معاشرتی اشتات وانتشار اور بے چینی کی صورت میں نکلتا ہے۔ اگر قانون اجنبی اور مسلط کردہ ہو تو اس پر عمل جبر کے تحت ہوتا ہے اور مجبور قومیں آزاد نہیں ہوتیں۔ اجنبی قانون تو وہ قومیں اپناتی ہیں جو خود کسی دستور اور نظامِ قانون سے تہی دامن ہوتی ہیں۔

مسلم امہ اس لحاظ سے خوش قسمت ہے کہ دستور سازی اور قانون سازی پر اس کا عملی ورثہ بہت گراں ہے۔ گزشتہ ۱۳ صدیوں سے مسلمان اہل علم کی تحریریں قانون اور اصول قانون پر دنیا بھر کی رہنمائی کر رہی ہیں۔ امام مالکؒ (م ۱۷۹ھ) 'امام محمد شیبانیؒ (م ۱۸۹ھ) اور امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) کی کتابیں آج بھی روشنی کا منبع ہیں۔

امت مسلمہ کے قانونی اور دستوری نظام کے دو بنیادی عناصر ہیں جن کے بغیر اسلام کا قانونی نظام نہ تو اپنی صحیح شکل و صورت میں قائم رہتا ہے اور نہ ان سے فکری غذا حاصل کیے بغیر ترقی کی منازل طے کرتا ہے۔ پہلا بنیادی عنصر اسلامی عقائد ہیں جن کی وجہ سے اہل ایمان میں فکری استحکام پیدا ہوتا ہے۔ یہ فکری استحکام ایمان و یقین کی وجہ سے اس قدر مضبوط ہوتا ہے کہ صاحب ایمان کو ہر قسم کی فکری بے راہ روی سے محفوظ کر کے حق و صداقت کی جانب گامزن رکھتا ہے۔ دوسرا بنیادی عنصر اخلاق و تزکیہ ہے۔ مکارم اخلاق کی تعلیم اور تزکیہ نفس انسان کے کردار' مزاج اور رویہ کی اصلاح کر کے اسے معاشرہ میں تہذیب و شائستگی کے اعلیٰ مقام پر فائز رکھتے ہیں۔

امت مسلمہ جب تک اپنے فقہی اور قانونی ورثہ سے وابستہ رہی اس وقت تک اس کی ترقی کی رفتار بھی تیز رہی، عالمی قیادت میں بھی اس کا نمایاں کردار رہا اور دنیا بھر کے انسانوں کی رہنمائی کے لئے بہترین نمونہ پیش کرتی رہی۔

لیکن جب مسلمانوں میں بنیادی عقائد کی تعلیم و تربیت کا نظام کمزور پڑ گیا اور اخلاقی اقدار میں ضعف پیدا ہوا تو اس کے اثرات مسلمانوں کی سیاسی' اجتماعی اور قانونی زندگی پر بھی مرتب ہوئے۔ پھر استعماری دور میں اسلامی روایات' نظام تعلیم' قانون اور تہذیب و تمدن کو مٹانے کے لئے منظم کوششیں کی گئیں جس کے نتیجے میں برصغیر میں ملک کے اسلامی' عدالتی اور تعلیمی نظام کی جگہ استعمار کے اپنے نظام نے لے لی۔ اس صورت حال نے اس پورے خطہ کو بری طرح متاثر کیا اور بتدریج ہر شعبہ زندگی میں شر و فساد سرایت کرتا چلا گیا جس کے تباہ کن اثرات سے آج ہم دوچار ہیں۔

حضرت عمر فاروقؓ نے برحق فرمایا تھا:

نَحْنُ قَوْمٌ اَعَزَّنَا اللّٰهُ بِالْاِسْلَامِ وَاِنِ ابْتَغَيْنَا الْعِزَّةَ بِغَيْرِهٖ اَذَلَّنَا اللّٰهُ

ہم ایک ایسی قوم ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ذریعہ عزت بخشی اگر ہم نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عزت کو اسلام کے علاوہ کسی اور نظام حیات میں تلاش کیا تو اللہ ہم کو ذلیل کر دے گا۔

لیکن آج مسلمانوں میں موجودہ صورت حال کو تبدیل کرنے کی تڑپ پائی جاتی ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ غیر اقوام کے قانون سے خود کو آزاد کرا کے قرآن و سنت کے نظام حیات میں دوبارہ عزت تلاش کریں۔ اسی تڑپ کے وہ مظاہر ہیں جو دنیا کے مختلف خطوں میں عالم اسلام اور عالم کفر کے مابین کشمکش کی صورت میں نظر آرہے ہیں۔

امتِ مسلمہ کو ایسے رجالِ کار کی ضرورت ہے جن کی جدید قانونی نظریات پر تنقیدی نظر ہو۔ اور جو فقہ اسلامی کے اصل ماٰخذ سے استفادہ کرنے کی دسترس رکھتے ہوں۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کا احکام شریعت کی اکملیت، حقانیت اور ان کے قابل عمل ہونے پر غیر متزلزل ایمان اور ان احکام کو رو بہ عمل دیکھنے کی حقیقی تمنا اور لگن بھی ہو۔

ایسے رجال کار کی تیاری میں شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد بھی اپنے قیام کے روزِ اوّل سے مصروف عمل ہے۔ اس سلسلے میں بیرون ملک کے ساتھ ساتھ پاکستان میں بھی قانون دان طبقوں کے تربیتی پروگراموں کا انعقاد مسلسل جاری ہے۔ اس کے علاوہ تصنیف و تالیف کے شعبہ میں فقہ اسلامی کے مختلف موضوعات پر "سلسلہ مباحث فقہیہ" کی تیاری اور اردو اور انگریزی زبانوں میں تراجم کا کام بھی ہو رہا ہے۔ شریعہ اکیڈمی کے تحت "مطالعہ اسلامی قانون" پر ایک ابتدائی کورس کامیابی سے چل رہا ہے۔ اس ایک سالہ فاصلاتی کورس کے ذریعے اندرون اور بیرون ملک ہزاروں افراد اسلامی قانون کے مختلف پہلوؤں سے آگاہی حاصل کر چکے اور کر رہے ہیں۔

ہم نے اس ابتدائی کورس کے آغاز پر اس عزم کا اظہار کیا تھا کہ فقہ اسلامی کے مختلف موضوعات پر "ایڈوانس کورسز" تیار کیے جا رہے ہیں اور جلد ہی ان کو شروع کر دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم ہے کہ اس نے ہمارے عزم کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا، ہماری راہیں آسان فرمائیں اور ہم اس قابل ہوئے کہ اصول فقہ (ISLAMIC JURISPRUDENCE) میں اختصاصی مطالعہ (ADVANCE COURSE) کا اجراء کر سکیں۔ فاصلاتی نظام کے تحت یہ اختصاصی مطالعہ چوبیس درسی اکائیوں (UNITS) پر مشتمل اور ایک سالہ دورانیہ کا ہے۔

اسلامی قانون میں دیگر اختصاصی مطالعہ جات کی تیاری کا کام جاری ہے۔ ہم بارگاہ ایزدی میں دست بدعا ہیں کہ اس نے جس طرح ہمیں اصولِ فقہ میں اس اختصاصی مطالعہ کو شروع کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے اسی طرح ہمارے دیگر منصوبوں کی تکمیل میں بھی فضلِ الٰہی شاملِ حال رہے گا۔ ان شاء اللہ۔

پاکستان بلکہ پوری ملت اسلامیہ پر قانونِ الٰہی کے غلبہ و قیادت کے لئے مطلوبہ رجالِ کار کی تیاری کسی ایک ادارے کا کام نہیں ہے بلکہ اس میں امتِ مسلمہ کے ہر فرد کو اپنی حیثیت کے مطابق کردار ادا کرنا ہے۔

ہم اہل علم سے ایسی تجاویز کا خیر مقدم کریں گے جو ہمارے منصوبوں کی بہتری میں ممد و معاون ہوں۔

ڈاکٹر محمد یوسف فاروقی
ڈائریکٹر جنرل شریعہ اکیڈمی
بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تعارف

زیر نظر اور اگلی ایک درسی اکائی (UNIT) دونوں "حکم شرعی" سے متعلق ہیں۔ اس اکائی میں حکم شرعی تکلیفی سے متعلق بحث ہے۔ اس کے شروع میں بتایا گیا ہے کہ حکم شرعی کیا ہے؟ اس سلسلے میں قرآن مجید اور احادیث مبارکہ کی نصوص کیا ہیں اور ہمارے فقہاء نے ان نصوص سے اس مسئلے میں کیا کیا تفصیلی احکام مستنبط کیے ہیں۔ نیز حاکم (حکم دینے والا یعنی مقنن حقیقی)، محکوم فیہ یا محکوم بہ (حکم) اور محکوم علیہ (مکلف) پر بھی گفتگو کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ حکم شرعی تکلیفی اور اس کے مدارج یعنی واجب، مندوب، حرام، مکروہ اور مباح پر بھی بحث کی گئی ہے تاکہ ان تمام شرعی اصطلاحات کا مفہوم اچھی طرح آپ کے ذہن نشین ہو جائے۔

یہ تمام مباحث اصول فقہ کے اہم مباحث سمجھے جاتے ہیں۔ اس اکائی میں آپ فقہاء کرام کی آراء کا تقابلی مطالعہ بھی کریں گے تاکہ حکم شرعی تکلیفی کے ضمن میں مختلف مسالکِ فقہ کی آراء بھی آپ کے سامنے آسکیں اور آپ کی فکری بصیرت میں اضافہ بھی ہو۔

www.kitabosunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حکمِ شرعی تکلیفی

حکمِ شرعی

حکم کی تعریف

امام غزالیؒ نے حکم کی تعریف ان الفاظ میں فرمائی ہے: ہمارے نزدیک حکم سے مراد شریعت کا (کام کرنے یا نہ کرنے کے متعلق) خطاب ہے، بشرطیکہ یہ (خطاب) مکلفین (۱) کے افعال سے متعلق ہو (۲)۔ مطلب یہ ہے کہ جب عام لوگوں کو شریعت کسی کام کے کرنے کو کہے یا اس کے چھوڑنے کی تاکید کرے تو ایسی عبارت حکم کہلاتی ہے۔ علامہ ابن حاجبؒ نے حکم کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے: شریعت طیبہ کی طرف سے حکم وہ خطاب ہے جو مکلف بندوں کے افعال سے متعلق ہو، خواہ وہ اقتضاء (کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ) ہو یا مکلف کے لئے کرنے یا نہ کرنے کا اختیار ہو، یا وہ حکم وضعی ہو (۳)۔

کہا جاسکتا ہے کہ شریعت اسلامیہ کی جانب سے کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے یا اس کے متعلق اپنی مرضی پر چلنے پر مشتمل عبارت یا کلام کا نام "حکم" ہے۔ جیسے قرآن مجید میں نماز پڑھنے، روزہ رکھنے، اور حج بیت اللہ وغیرہ کے احکام دیئے گئے ہیں۔

حکم کی اقسام

حکم کی دو اقسام ہیں: ۱: تکلیفی ۲: وضعی

۱۔ مکلفین مکلف (عاقل و بالغ) کی جمع ہے جس سے احکام الٰہی کے مخاطب بننے والے لوگ یعنی اللہ تعالیٰ کے بندے مراد ہیں۔

۲۔ المستصفیٰ ۱/۵۵

۳۔ محمد ابو زہرہ، اصول الفقہ ص ۲۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حکم تکلیفی

تکلیفی کا لفظ تکلیف سے لیا گیا ہے جس کے معنی کسی شخص کو کام کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں ذمہ دار قرار دینے کے ہیں۔ اس اعتبار سے حکم تکلیفی کا مطلب ایسا حکم ہے جو مکلف افراد کو کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا پابند کرے یا انہیں کسی طرح کا اختیار عطا کرے۔

فقہاء نے حکم تکلیفی کی درج ذیل پانچ اقسام گنوائی ہیں:

۱۔ ایجاب

ایجاب یا وجوب سے مراد شریعت کی طرف سے کسی عمل کو لازم یا ضروری قرار دینا ہے (۴)۔ جیسے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے:

يَاأَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ [البقرۃ ۲: ۲۱]

اے لوگو! تم اپنے پروردگار کی عبادت کرو۔

اس آیت مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا تمام لوگوں کے لئے واجب اور ضروری ہے۔ اسی طرح ارشاد مبارک ہے:

وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ [البقرۃ ۲: ۴۳]

اور تم نماز قائم کرو اور زکوۃ دو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نماز قائم کرنا اور زکوۃ ادا کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

۲۔ ندب

ندب سے مراد کسی عمل کا مستحب یا پسندیدہ ہونا ہے (۵)۔ یہ ایک ایسا فعل ہے جس کا کرنا لازم نہیں ہوتا البتہ اس کے کرنے پر شریعت کی طرف سے اجر و ثواب کا وعدہ کیا گیا ہوتا ہے۔ جیسے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ إِلَىٰ أَجَلٍ مُسَمًّى فَاكْتُبُوهُ [البقرۃ ۲: ۲۸۳]

اے ایمان والو! جب تم آپس میں کسی معیاد معین کے لئے قرض کا معاملہ کرنے لگو تو اس کو لکھ لیا کرو۔

آگے چل کر فرمایا:

فَإِنْ أَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ أَمَانَتَهُ وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ [البقرۃ ۲: ۲۸۳]

اور اگر کوئی کسی کو امین سمجھے (یعنی بغیر رھن کے قرض دے دے) تو امانت دار

۴۔ محمد الخضری، اصول الفقہ ص ۳۰

۵۔ حوالہ بالا ص ۳۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کو چاہیئے کہ وہ امانت کو ادا کر دے اور خدا سے جو اس کا رب ہے ڈرے۔

ان دونوں آیات کے مطالعے سے معلوم ہوا کہ باہمی لین دین کے معاملات میں ان کو لکھنا فرض نہیں ہے' صرف مستحب (یا مندوب) ہے۔

۳۔ حرمت

حرمت سے مراد کسی کام سے کھلے لفظوں میں روکنا اور اس سے منع کرنا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے :

فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا [بنی اسرائیل ۱۷ : ۲۳]

اور اپنے ماں باپ کو اُف بھی نہ کہو اور نہ انہیں ڈانٹو

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ماں باپ کو ڈانٹ ڈپٹ کرنا حرام اور ممنوع ہے۔ اسی طرح دوسری جگہ فرمایا :

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ [النساء ۴ : ۲۹]

اے ایمان والو! ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ' ہاں اگر آپس کی رضامندی سے تجارت کا لین دین ہو تو وہ جائز ہے۔

اس سے واضح ہوا کہ ایک دوسرے کا مال زبردستی کھانا اور اس پر جبراً قابض و مسلط ہونا حرام ہے۔

۴۔ کراہت

کراہت سے مراد شریعت کا کسی کام سے غیر حتمی طور پر روکنا ہے' جس کا علم ہمیں حرمت میں تخفیف ثابت کرنے والے قرائن سے ہوتا ہے۔ ایسے فعل کو "مکروہ" کہتے ہیں۔ مکروہ کا مطلب "ناپسندیدہ فعل" ہے۔ جیسے قرآن مجید میں ارشاد ہے :

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ [الجمعہ ۶۲ : ۹]

اے اہل ایمان! جب جمعہ کے دن نماز کے لئے اذان دی جائے تو نماز جمعہ کے لئے جلدی کرو اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔

یہ ممانعت فی نفسہ خرید و فروخت میں موجود کسی قباحت کی بنا پر نہیں ہے' اس لئے اذان جمعہ کے بعد خرید و فروخت کرنا حرام نہیں بلکہ مکروہ ہے (۶)۔

۵۔ اباحت

اباحت یعنی کسی فعل کا مباح ہونا' کسی فعل میں کرنے یا نہ کرنے کا بندے کو اختیار دینے سے عبارت ہے۔ بندہ چاہے تو وہ کام کرے اور چاہے تو نہ کرے۔ لہٰذا اس کے کرنے میں ثواب ہے اور نہ اس کے نہ کرنے میں گناہ ہے (۷)۔

۶۔ محمد الخضری' اصول الفقہ ص ۳۱

۷۔ حوالہ بالا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حکم وضعی

۲۔ حکم کی دوسری قسم حکم وضعی ہے۔ "وضع" کے لغوی معنی رکھنے کے اور وضع کے معنی (حرف ضاد پر شد کے ساتھ) دو اشیاء کو جوڑنے اور ملانے کے ہیں۔ اس لحاظ سے حکم وضعی کا مطلب شریعت کی جانب سے دو امور کو اس طرح باہم جوڑنا اور ملانا ہے جس میں ایک شے کے ثابت ہونے سے دوسری شے خود بخود ثابت ہو جائے۔ جیسے رمضان المبارک کا چاند نظر آنے سے رمضان المبارک کے روزوں کی فرضیت یا کسی کے مرنے سے اس کی وراثت کے وارث کی ملکیت میں منتقل ہونے کا ثبوت وغیرہ۔ اس کی دو صورتیں ہیں:

اوّلاً: یہ کہ ان میں ایک حکم سبب اور دوسرا مسبب ہو، جیسے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

صوموا لرویته وافطروا لرویته (۸)

چاند کو دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر روزہ افطار کرو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کی رویت کو روزہ رکھنے کے لئے سبب قرار دیا ہے۔

ثانیاً: یہ کہ ان میں سے ایک شے شرط اور دوسری مشروط ہو، جیسے شریعت اسلامیہ نے وضو کو نماز کے لئے شرط قرار دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ [المائدۃ ۵: ۶]

اے ایمان والو! جب تم نماز کے لئے اٹھو (یا نماز کا ارادہ کرو) تو تم اپنے چہرے دھو لیا کرو

یا جیسے مورث کا مرنا اس کی وراثت کا وارثوں کی ملکیت میں منتقل ہونے کے لئے شرط ہے (۹)۔

حاکم کی تعریف

حاکم سے مراد وہ مقتدرہ یا وہ ذات ہے جس سے حکم کا صدور ہوتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں حاکم کو مقنن کہا جاسکتا ہے۔

امام غزالیؒ اور دوسرے ائمہ نے حاکم کی تعریف "خطاب کرنے والے" سے کی ہے "یعنی حکم دینے والا" اور اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ شریعت اسلامیہ میں "حاکم" صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور شخص نہ تو "حاکم" (مقنن، شارع) ہے اور نہ اس وصف پر پورا اترتا ہے (۱۰)۔ قرآن مجید میں بار بار اس کی تاکید و صراحت فرمائی گئی ہے۔ ایک جگہ فرمایا:

أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ [الاعراف ۷: ۵۴]

دیکھو سب مخلوق بھی اسی کی ہے اور حکم بھی اسی کا ہے۔

۸۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الصوم

۹۔ محمد ابو زہرہ، اصول الفقہ ص ۲۷

۱۰۔ المستصفیٰ ۱/ ۸۳۔ نیز ابو زہرہ، اصول فقہ ص ۶۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوسری جگہ فرمایا:

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ[یوسف ۱۲: ۴۰]
نہیں ہے حکم مگر اللہ کے لئے

اسی طرح ارشاد فرمایا:

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ[المائدۃ ۵: ۴۴]
اور جو شخص اللہ تعالی کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو ایسے لوگ ہی کافر ہیں۔

جہاں تک آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم حیثیت حاکم وقت، والد اور خاوند وغیرہ کا تعلق ہے، تو ائمہ کرام کی صراحت کے مطابق ان کا حکم اس لئے واجبِ تعمیل ہے کیونکہ اللہ تعالی نے ان کے حکم کی پابندی اور تعمیل کا حکم دیا ہے(۱۱)۔ لہٰذا ایسے معاملات میں جہاں ان کا حکم اللہ تعالی کے دیئے ہوئے حکم کے ساتھ متصادم نہ ہو، ان کے حکم کی پابندی لازم ہے۔

حاکم کے بارے میں تین نظریئے

شرعی حکم کی تشریح و توضیح میں انسانی عقل و دانش کا کسی درجے میں دخل ہے یا نہیں، اس کے متعلق تین بنیادی نظریات پائے جاتے ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ معتزلی نظریہ

معتزلی مکمل طور پر ایک عقل پرست مکتبِ فکر تھا(۱۲)۔ انہوں نے ہر مسئلے میں انسانی عقل و فکر کو اساسی اہمیت دی۔ اسی عینک سے انہوں نے ہر مسئلے کو دیکھا اور اس پر اپنی رائے دی۔ معتزلہ کا نظریہ ہے کہ اشیاء میں اچھا یا برا ہونا ان کا ذاتی وصف ہے۔ تمام اشیاء نفع و نقصان اور خیر و شر میں متردد ہیں۔ ہر شے فی نفسہ نفع بخش ہوگی یا نقصان دہ، خیر ہوگی یا شر۔ بعد ازاں انہوں نے انسانی اعمال کو حُسن و قُبح یعنی اچھے اور برے ہونے کے اعتبار سے حسبِ ذیل چار اقسام میں تقسیم کیا ہے:

۱۔ قبیح لِلنَّهْي: اس سے مراد ہر وہ عمل ہے، جس کے متعلق اللہ تعالی بندوں کو اسے کرنے کا حکم دے سکتے تھے مگر دیا نہیں۔ ایسا فعل بوجہ ممانعت قبیح یعنی برا ہے(۱۳)۔

۲۔ قبیح لِنَفْسِهٖ(اپنی ذات میں برا): اس سے مراد ہر وہ فعل ہے جس کے کرنے کا حکم اللہ تعالی دے ہی نہیں سکتے۔ ایسے افعال

۱۱۔ المستصفیٰ ۱/۸۳

۱۲۔ معتزلہ ایک عقل پرست فرقہ تھا جس کا آغاز پہلی صدی کے آخر اور دوسری صدی کے آغاز میں ہوا، ان لوگوں نے عقل اور شریعت میں توافق پیدا کرنے کی کوشش کی۔ مشہور روایت کے مطابق اس فرقے کا بانی واصل بن عطاء تھا۔ ان لوگوں کے بعض عقائد صریحاً گمراہی تصور کیے جاتے ہیں(اردو دائرہ معارف اسلامیہ، مقالہ معتزلہ)

۱۳۔ محمد ابو زہرہ، اصول الفقہ ص ۷۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فی نفسہ قبیح یعنی برے ہیں۔ جیسے کہ اللہ کے متعلق جاہل ہونے کا عقیدہ رکھنا (نعوذ باللہ)۔

۳۔ حَسَن لِاَمرِ اللّٰہِ: (اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا حکم دیئے جانے کے باعث اس کا اچھا ہونا): اس سے مراد ہر وہ فعل اور عمل ہے جس کے متعلق یہ امکان ہو کہ اللہ تعالیٰ اگر چاہتا تو اس کا حکم نہ دیتا۔ ایسا فعل حَسَن لِاَمرِ اللّٰہِ ہے۔ وہ محض حکم خداوندی ہونے کی بنا پر حسن اور خیر ہے' فی نفسہ نہیں۔

۴۔ حَسَن فی نفسہ (اپنی ذات میں اچھا): ایسا فعل جس کے متعلق یہ امکان ہی نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کا حکم نہ دیتا۔ ایسا فعل فی ذاتہ محمود اور اچھا ہے (۱۴)۔

اس تعریف کی رو سے معتزلہ نے تمام انسانی افعال کو حسن لذاتہ یا قبیح لذاتہ اور حَسَن لِاَمرِ اللّٰہِ اور قبیح لِاَمرِہٖ میں تقسیم کیا ہے اور یہ کہا کہ تمام انسانی افعال بذاتہ یا تو اچھے ہیں یا برے اور ان میں ذاتی طور پر اچھائی یا برائی نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان کا حکم دیئے جانے یا رد کیے جانے کی بنا پر اچھائی یا برائی پائی جاتی ہے۔ اس طرح انہوں نے افعال میں حُسن و قُبح کے لئے عقل و دانش ہی کو حاکم تسلیم کیا ہے۔

ان حضرات کا یہ عقیدہ بھی تھا کہ اگر کوئی فعل ذاتی طور پر اچھا ہو تو خواہ شریعت اسلامیہ کی طرف سے اس پر عمل کرنے کا حکم موجود نہ ہو تب بھی وہ فعل واجبِ عمل ہے۔ اسی طرح اگر کوئی فعل فی ذاتہ برا ہے تو خواہ شریعت اسلامیہ کی طرف سے اس سے رکنے کا حکم موجود نہ ہو تب بھی وہ فعل قابلِ ترک اور ممنوع تصور ہوگا (۱۵)۔

۲۔ اشاعرہ کا نظریہ

معتزلہ کی فکری گمراہیوں کا جواب دینے اور ان کا عملی محاسبہ کرنے کے لئے امام ابوالحسن اشعریؒ نے علماء کا ایک گروہ جمع کیا وہ ان کی نسبت سے اشاعرہ کہلاتا ہے۔ اشاعرہ نے معتزلہ کی تمام غلطیوں پر گرفت کی ہے۔ زیرِ بحث مسئلہ میں اشاعرہ کا نظریہ اس کے بالکل الٹ ہے۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ کسی بھی فعل میں نہ تو ذاتی طور پر حُسن ہے اور نہ ذاتی قُبح' بلکہ اشیاء کا حُسن و قُبح ایک اضافی شے ہے۔ ہر وہ فعل جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے وہ حَسَن (اچھا) ہے اور ہر وہ فعل جس سے اس نے روکا اور منع کیا ہے وہ قبیح (برا) ہے۔ رہا عقل و دانش سے حُسن و قُبح کا فیصلہ کرنا' تو اسلام میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے (۱۶)۔ امام غزالیؒ اس نکتے کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

عقل کسی شے کی اچھائی ثابت کرتی ہے اور نہ برائی اور نہ محسن کے شکر کو واجب قرار دیتی ہے۔ شریعت کا حکم آنے سے قبل افعال میں ازروئے حُسن و قُبح کوئی حکم نہیں ہے (۱۷)۔

۱۴۔ ایضاً' بحوالہ مقالات الاسلامیین للاشعری

۱۵۔ المستصفیٰ ۱/۵۵۔۵۶

۱۶۔ محمد ابوزہرہ' اصول الفقہ ص ۴۷

۱۷۔ المستصفیٰ ۱/۵۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس میں کوئی شک نہیں کہ اشاعرہ کا یہ نقطہ نظر قرآن وسنت کی بہتر نمائندگی کرتا ہے لیکن اس نظریے سے عقل و دانش اور فکر انسانی کی مکمل طور پر نفی ہو جاتی ہے اور افعال میں حُسن وقُبح یا خیر و شر کا اندازہ کرنے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

۳۔ ماتریدیہ

ماتریدیہ امام ابو منصور ماتریدیؒ کی طرف منسوب علمی مکتب فکر ہے اور علم کلام میں حنفی مکتب فکر کی نمائندگی کرتا رہا ہے۔ اس مسئلے میں اس کا مسلک اعتدال و توسط پر مبنی ہے۔ ان حضرات کا کہنا ہے کہ افعال واشیا میں ذاتی طور پر حُسن (اچھائی) بھی موجود ہے اور قُبح (شر) بھی۔ اللہ تعالیٰ نے جن باتوں کا حکم دیا ہے انہی میں حُسن ذاتی پایا جاتا ہے اور جن باتوں سے اس نے روکا اور منع کیا ہے انہی میں قُبح (یا شر) ذاتی طور پر موجود ہے۔ جن افعال کے بارے میں شارع کی طرف سے کوئی حکم موجود نہ ہو ان کے متعلق حسن و قبح کا فیصلہ نہیں کیا جا سکتا (۱۸)۔

محمد الخضری مسلک ماتریدیہ کی ترجمانی کرتے ہوئے لکھتے ہیں "یا یہ نظریہ اس بات پر مبنی ہے کہ افعال میں حُسن بھی ذاتی طور پر موجود ہے اور قُبح بھی، لیکن کسی شے کے حُسن یا قُبح سے متصف ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم بھی اس کے موافق ہو جس کا عقل انسانی ادراک کر سکتی ہے۔ لہٰذا حکم شریعت آنے سے قبل تکلیف (ذمہ داری) کا کوئی تصور نہیں" (۱۹)۔

اس طرح ماتریدیہ کا نظریہ معتزلہ اور اشاعرہ کے نظریات کے درمیان ایک پل کی حیثیت رکھتا ہے۔ ان حضرات نے عقل و دانش کو شریعت اسلامیہ کی سرپرستی عطا کر کے ایک انقلابی نظریہ پیش کیا جس کے تحت نہ تو سوچنے اور سمجھنے کے دروازے مسدود ہوتے ہیں اور نہ انسانی عقل و دانش کے لیے شریعت اسلامیہ کے اوامر و نواہی (احکام) پر نقد و تبصرہ کی گنجائش رہتی ہے۔

عہد حاضر کے بہت سے مفکرین نے ماتریدیہ کے نقطہ نظر ہی کو عہد جدید کے لئے متوازن اور موزوں قرار دیا ہے۔

اقسامِ افعال

احناف (یا ماتریدیہ) نے افعال کے لئے ذاتی طور پر احکام شریعت کے تحت حُسن و قُبح ثابت کرتے ہوئے انسانی افعال کی حسب ذیل چار اقسام بیان کی ہیں:

۱۔ حسن ذاتی: نا قابل سقوط

ایسے افعال جن میں ذاتی طور پر حُسن و خیر موجود ہو اور ان افعال کے کسی بھی حالت میں ساقط ہونے یا معاف ہونے کا احتمال موجود نہ ہو جیسے بنیادی عقائد (اللہ تعالیٰ، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، فرشتوں اور آخرت وغیرہ پر ایمان) کا یہی حکم ہے۔

۲۔ حسن ذاتی: قابلِ سقوط

ایسے افعال جن میں حُسن و خیر تو بے شک ذاتی طور پر موجود ہو مگر بعض صورتوں میں ان کے ساقط ہونے کا احتمال موجود ہو

۱۸۔ ابو زہرہ، اصول الفقہ ص ۷۲

۱۹۔ محمد الخضری، اصول الفقہ ص ۱۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جیسے کہ نماز جو ذاتی طور پر حسن و خیر کی مجسم ہے مگر تین اوقات (طلوع و غروب آفتاب اور استواء شمس کے وقت) میں نماز کی ممانعت ہے یا جیسے حیض اور نفاس کے ایام میں عورت سے نماز ساقط ہو جاتی ہے۔

۳۔ حَسَن لِغَیْرِہٖ

ایسے افعال و اعمال جن میں کسی خارجی سبب کی بنا پر حسن پایا جاتا ہو مگر یہ خارجی عنصر ایسا ہو جس کے آنے اور ساقط کرنے میں بندے کا کوئی اختیار نہ ہو۔ بلکہ وہ عنصر اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے پیدا ہوا ہو اور اسی کے ساقط کرنے سے ساقط ہو جیسے زکوٰۃ، روزہ اور حج کا یہی حکم ہے۔ زکوٰۃ میں جو حسن و خیر ہے اس کی وجہ محتاج کی ضرورت کو پورا کرنا ہے۔ جبکہ اپنے آپ کو نفس امارہ کے شر سے بچانے کے لئے رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے بابرکت گھر کی تعظیم و تکریم کے لئے حج کا حکم دیا گیا ہے۔ حالانکہ اگر ہم مندرجہ بالا مقاصد سے صرفِ نظر کرتے ہوئے ان افعال کو دیکھیں تو ان میں کوئی خیر یا اچھائی نہیں پائی جاتی۔ زکوٰۃ سے بظاہر مال میں کمی ہوتی ہے، روزہ بندے کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے روکنے کا ذریعہ نظر آتا ہے اور حج دُور دراز کے مُد مشقت سفر سے عبارت ہے۔ ان افعال میں جو حسن و خیر ہے وہ بندے کے کسی فعل سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی بنا پر ہے۔ لہٰذا انسانی افعال کی یہ قسم بھی قسم اول کے ساتھ ملحق تصور ہوتی ہے (۲۰)۔

۴۔ حسن لغیرہ : غیر ملحق بقسم اول

انسانی افعال کی چوتھی قسم ان افعال و اعمال پر مشتمل ہے جن میں حسن لغیرہ (کسی خارجی عنصر کی بنا پر اچھائی) پائی جاتی ہو، مگر ان کی اچھائی کو ختم کرنے یا ساقط کرنے کا خود بندوں کو اختیار حاصل ہو جیسے جہاد اور حدود وغیرہ۔ جہاد میں اچھائی ہے وہ دشمنوں کی طرف سے اذیت و جنگ روکنے کے لیے ہے اور اگر یہ حالات ختم ہو جائیں تو جہاد کا حکم باقی نہیں رہتا۔ اسی طرح اگر جنایات و قانون شکنی کے واقعات ختم ہو جائیں تو حدود کا نفاذ معطل ہو جاتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ تمام افعال خود بندوں کے اختیار میں ہیں۔

ماتریدیہ (احناف) نے انسانی افعال کو بھی دو اقسام میں تقسیم کیا ہے :

۱۔ وہ افعال و اعمال جن میں ذاتی طور پر برائی اور شر پایا جاتا ہو۔ ایسے افعال کی حرمت کے منسوخ ہونے کا احتمال کبھی نہیں ہوتا جیسے کفر و شرک وغیرہ۔ یہ افعال قبیح لِذَاتِہٖ کہلاتے ہیں۔

۲۔ ایسے افعال جن میں کسی ایسی جہت کی بنا پر قُبح پایا جائے جس پر دوسری جہت کو ترجیح نہ دی جا سکتی ہو، جیسے زنا اور دوسروں کا مال غصب کرنا وغیرہ۔ اس نوع کے افعال میں بھی نسخ کا احتمال نہیں ہوتا اور انہیں شریعت میں قبیح لذاتہ (قسم اول) ہی کی طرح سمجھا جاتا ہے، اسی لئے ان افعال کی حرمت کسی بھی شریعت میں ختم نہیں ہوئی (۲۱)۔

۲۰۔ محمد الخضری، اصول الفقہ ص ۲۴

۲۱۔ حوالہ بالا ص ۲۴۔۲۵

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

محکوم فیہ یا محکوم بہ

تعریف

محکوم فیہ یا محکوم بہ کا مطلب "موضوعِ حکم" ہے یعنی بندے کا وہ عمل یا فعل ہے جس کے کرنے یا اس سے رکنے کا حکم دیا گیا ہو۔ محمد ابو زہرہ فرماتے ہیں: یہاں محکوم فیہ سے مراد وہ نفس فعل ہے جو کسی کام کے مطالبے یا اس سے رکنے یا اس کے مباح ہونے کا موضوع ہے(۲۲)۔

اوپر یہ بیان ہو چکا ہے کہ حکم شرعی دو اقسام پر مشتمل ہے: حکم وضعی اور حکم تکلیفی۔ یہ بھی اوپر بیان ہوا کہ حکم وضعی (جہاں ایک فعل کو دوسرے کے ساتھ بطور سبب یا شرط کے جوڑ دیا گیا ہے) کی دو صورتیں ہیں ان میں سے ایک کا تعلق انسانی کسب و فعل سے ہے (جیسے نماز کے لئے وضو)۔ دوسری صورت انسانی کسب و فعل سے بالاتر ہے جیسے سورج کا طلوع یا غروب ہونا وغیرہ۔

محکوم فیہ کی شرائط

یہاں یہ بات مزید ذہن نشین کر لیجئے کہ ایسے وضعی احکام جن کا مدار انسانی اعمال پر نہیں ہے، فقہاء ان پر بحث نہیں کرتے کیونکہ "محکوم فیہ" یعنی انسانی فعل و عمل کے متعلق یہ بات لازمی ہے کہ وہ فعل انسانی قدرت و اختیار کے دائرے میں ہونا چاہیے۔ "محکوم فیہ" کے لئے بنیادی شرط اس فعل یا عمل کا انسانی قدرت و اختیار میں ہونا ہے۔ فقہاء نے "محکوم فیہ" کے لئے حسب ذیل شرائط بیان کیں ہیں:

ا۔ صحتِ حدوث: یعنی اس حکم پر عمل کا ممکن ہونا، اس لئے کہ کسی امر محال کے ساتھ حکم کا متعلق ہونا ناممکن ہے(۲۳)۔

بقول استاذ ابو زہرہ: بندے کا کسی ایسے فعل پر مواخذہ ہونا ناممکن ہے جو اس کے احاطہ قدرت سے باہر ہو، کیوں کہ اگر وہ اس فعل کے کرنے سے عاجز ہو تو اس کو انجام دینا اس کے حد امکان سے باہر ہے۔ لہٰذا بندے کا کسی ایسے فعل پر مواخذہ درست نہیں ہے جو عقلی طور پر ناممکن ہو، جیسے دو اضداد مثلاً محبت و نفرت کو باہم اکٹھے کرنا(۲۴)۔

اس حکم کی بنیاد قرآن مجید کی حسب ذیل آیت مبارکہ پر ہے:

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (البقرۃ ۲: ۲۸۶)

اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

۲۲۔ ابو زہرہ، اصول الفقہ ص ۳۱۵

۲۳۔ المستصفیٰ ۱/ ۸۳

۲۴۔ ابو زہرہ، اصول الفقہ ص ۳۱۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۲۔بندے کے ذاتی فعل سے اس کا حصول : یعنی اس فعل کو بندہ اپنے اختیار کے ساتھ حاصل کر لے۔ لہٰذا ایک شخص کا مواخذہ اس کے کسی اپنے فعل پر ہونا ممکن ہے،کسی دوسرے شخص کے کسی فعل پر نہیں۔ایک شخص کا دوسرے شخص کے کسی فعل پر مواخذہ جائز نہیں(۲۵)۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے :

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ [البقرۃ۲ :۲۸۶]

اس کے لئے وہی ہے جو اس نے کمایا اور اس پر (نقصان اسی) کا ہے جو اس نے کمایا۔

۳۔بندے کو اچھی طرح معلوم ہونا : بندے کو اس فعل یا عمل کے متعلق اس درجے کا علم ہو جو اسے دوسروں سے ممیز کر دے تاکہ وہ اس پر عمل کر سکے۔

۴۔اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس حکم کا ہونا : علم ہی کے نقطہ نظر سے یہ بھی ضروری ہے کہ بندے کو اس بات کا بھی علم ہو کہ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا حکم دیا گیا ہے تاکہ اس کی جانب سے اتباع واطاعت پائی جا سکے۔ یہ بات صرف ان افعال واعمال تک محدود ہے جن میں اطاعت اور قربِ الٰہی کا تصور کیا جا سکتا ہے(۲۶)۔

۵۔اس پر عمل کرنا اطاعتِ خداوندی کا موجب ہو : یہ بھی ضروری ہے کہ وہ فعل ایسا ہو کہ جس پر عمل کرنا اطاعت و اتباع حکم الٰہی کا مظہر ہو(۲۷)۔

ان پانچوں شرائط کا حاصل تین نکات ہیں :

۱۔ علم کا ہونا : یعنی بندے کو اس کا حکم شریعت ہونے کے پہلو سے علم ہو۔

۲۔ قدرت کا ہونا : یعنی بندہ اس فعل پر پوری قدرت رکھتا ہو۔

۳۔ عدم مشقت یا عدم حرج کا ہونا : یعنی بندے کو اس فعل کے کرنے میں کوئی مشقت و تنگی نہ ہو۔

حصولِ قدرت

علم کے بعد جو دوسری شے ضروری ہے وہ اس فعل کے حصول کی قدرت ہونا ہے۔ اس نکتے کی مزید تشریح درج ذیل ہے :

قدرتِ عمل کا ہونا

• وہ فعل فی نفسہ ایسا ہو کہ اس کے کرنے پر انسان بذات خود قادر ہو۔ ہر ایسا عمل جو انسان کے احاطہ قدرت سے باہر ہو،اس

۲۵۔ محمد الخضری،اصول الفقہ ص ۷۳،۷۴

۲۶۔ المستصفیٰ ۱/۸۳۔۸۴

۲۷۔ محمد الخضری،اصول الفقہ ص ۷۳۔۷۴ (محمد الخضری نے امام غزالی ہی کی تمام عبارت نقل کر دی ہے)۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے متعلق شریعت کی طرف سے اسے مکلف وذمہ دار ٹھہرایا جانا ناممکن ہے۔

"قدرتِ عمل" کے اس نکتے پر مزید غور و غوض سے پتہ چلتا ہے کہ وہ تمام اعمال انسانی تکلیف وذمہ داری کی حدود سے خارج ہیں جو ذاتی طور پر یا کسی خارجی عنصر کی بنا پر ناقابل عمل ہیں۔ ناقابل عمل افعال کی دو قسمیں ہیں :

ا۔ مستحیل لِذَاتِہٖ (ذاتی طور پر ناممکن العمل)

مستحیل لذاتہ سے مراد ایسے اعمال وافعال ہیں جن پر عمل کرنا کلی طور پر ناممکن ہو۔ مثال کے طور پر دو اضداد (متضاد اشیاء) کو باہم جمع کرنا۔ لہذا شریعت اسلامیہ کی طرف سے کسی ایسے فعل کا حکم دیا جانا ناممکن ہے جس میں فعل کو انجام دینا محال ہو۔ تکلیف کا مطلب کسی فعل کو انجام دینے کا مطالبہ کرنا ہے۔ اس کے لیے یہ بات ضروری ہو گی کہ وہ فعل ذاتی طور پر قابل عمل ہو' ورنہ اس پر عمل ناممکن ہو گا۔

۲۔ مستحیل لِغَیْرِہٖ : (کسی اور سبب کی بنا پر ناممکن العمل)

بعض اوقات فعل ذاتی طور پر تو ممکن العمل ہوتا ہے مگر کسی خارجی عنصر کی بنا پر وہ ناممکن اور مستحیل بن جاتا ہے' جیسے بوڑھے اور قریب المرگ شخص کے لئے روزوں کی عدم فرضیت یا اٹھنے بیٹھنے اور اشاروں کی مدد سے نماز نہ پڑھ سکنے والے شخص کے لئے نماز کی فرضیت کا موقوف ہونا۔ یہ قسم بھی احکام شریعت میں قسم اول کے ساتھ ملحق ہے کیوں کہ کسی کو ذمہ دار بنانے کے لئے مکلف اور مکلف بہ کے درمیان نسبت کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔ اس درمیانی نسبت کو امکانِ نص یا امکانِ وقوع کہا جاتا ہے یعنی مکلف کی جانب سے اس فعل کا واقع ہونا۔ امکانِ ذاتی یہاں اس لئے مفید نہیں کہ وہ احکام کا مدار نہیں ہے (۲۸)۔

عدم مشقت کا ہونا

مشقت والے افعال کی دو قسمیں ہیں :

ا۔ قابلِ برداشت مشقت والے افعال

قابلِ برداشت محنت و مشقت جو محض کچھ وقت کے لئے ہو' ایسی مشقت کئی عبادات میں پائی جاتی ہے' جیسے روزے اور حج وغیرہ ہیں۔ مگر یہ مشقت قابلِ برداشت ہے اس لئے ایسی محنت و مشقت کا لعدم تصور ہوتی ہے اور اسلام کے احکام و مسائل پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔

۲۔ ناقابلِ برداشت مشقت والے افعال

اگر کسی فعل میں ایسی مشقت پائی جائے جو لوگوں کے لئے مکمل طور پر ناقابلِ برداشت ہو، جیسے اپنے آپ کو ہلاک کرنے یا اپنا سارا مال صدقہ کرنے وغیرہ میں نظر آتی ہے' ایسی مشقت شریعت اسلامیہ میں روا نہیں سمجھی گئی۔ درج ذیل آیت سے ایسی مشقت کی

۲۸۔ محمد الخضری' اصول الفقہ ص ۷۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عدم موجودگی ثابت ہوتی ہے :

وَلَوْ أَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ أَنِ اقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ أَوِ اخْرُجُوا مِنْ دِيَارِكُمْ مَا فَعَلُوهُ إِلَّا قَلِيلٌ مِنْهُمْ [النساء ۴ : ۶۶]

اور اگر ہم انہیں حکم دیتے کہ اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالو یا اپنے گھروں کو چھوڑ کر نکل جاؤ تو ان میں سے بہت تھوڑے ہی ایسا کرتے۔

علاوہ ازیں قرآن حکیم میں رہبانیت (ترک دنیا) کی مذمت بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جس پر قرآن حکیم نے محتاط انداز میں تبصرہ کیا ہے۔

بعض اوقات وسیع تر قومی ملکی مفاد میں ناقابل برداشت مشقت کا تحمل بھی پایا جاتا ہے۔ جس کی مثال "قتال فی سبیل اللہ" ہے۔ لیکن یہ محنت و ریاضت صرف ان ناگریز حالات میں روا رکھی گئی ہے جب اسلام اور مسلمانوں کے جان و مال کے تحفظ و دفاع یا امن و امان کا مسئلہ پیدا ہو جائے۔ جیسے ہی "قتال فی سبیل اللہ" کی فرضیت اور اس کے وجوب کا سبب بننے والے حالات ختم ہو جاتے ہیں، قتال کی فرضیت موقوف ہو جاتی ہے"(۲۹)۔

نسبت کے اعتبار سے محکوم فیہ کی اقسام

نسبت کی بنا پر احکامِ شریعت درج ذیل تین اقسام میں تقسیم کیے گئے ہیں :

ا۔ حق اللہ

قسم اول ایسے احکام و مسائل پر مشتمل ہے جن کا تعلق مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کے حقوق کے ساتھ ہے۔ ان کا وجوب و قیام محض اللہ تعالیٰ کے حق کی ادائیگی کے طور پر لازم قرار پاتا ہے۔ اس قسم میں تمام عبادات اور ایسے اجتماعی امور و مسائل کا وجوب شامل ہیں جن میں کسی فرد واحد پر زیادتی نہیں پائی جاتی' البتہ ان کے ذریعے مسلمانوں کے معاشرے پر ظلم و زیادتی کا انسداد مقصود ہوتا ہے جیسے جہاد فی سبیل اللہ' حد زنا اور شراب نوشی۔

جہاد فی سبیل اللہ میں اگرچہ بظاہر کسی درجہ میں حقوق العباد کی پامالی کا بھی تعلق ہے' کیونکہ جہاد جن حالات میں فرض قرار پاتا ہے ان میں حقوق العباد کی تلفی اور شعائر اسلام کی بے حرمتی وغیرہ شامل ہیں۔ لیکن اگر بغور نظر دیکھا جائے تو جہاد از اول تا آخر "حقوق اللہ" سے متعلق ہے۔ اسی لئے اس میں "رضائے خداوندی" کی نیت کے سوا کسی اور نیت سے جنگ لڑنا اس عمل کو ضائع کرنے کے مترادف ہے۔ اسی طرح زنا اور شراب نوشی کی حدود کا بھی یہی حکم ہے۔ ان کا تعلق معاشرے کے حقوق کی پامالی روکنے کے ساتھ ہے۔ ان جرائم کے اثبات کے لئے دعوے کی ضرورت نہیں ہوتی اور نہ اثبات کے بعد کسی بھی فرد کو ان کی معافی کا اختیار ہے(۳۰)۔

اسی طرح زکوٰۃ کے متعلق تمام فقہاء کا اس بات پر اتفاق و اجماع ہے کہ یہ عبادت بھی خالص "حقوق اللہ" سے متعلق ہے۔ یہ مسئلہ اختلافی ہے کہ آیا یہ عبادت بغیر نیت کے ادا ہو جاتی ہے یا نہیں۔ جمہور علماء کے نزدیک اس کی ادائیگی کے لئے نیت شرط نہیں

۲۹۔ محمد ابو زہرہ' اصول الفقہ ص ۳۱۷۔۳۱۸

۳۰۔ حوالہ بالا ص ۳۲۳۔۳۲۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ احناف نے اس کے لئے نماز 'روزے اور حج کی طرح نیت کو لازم قرار دیا ہے اور واضح کیا ہے کہ جب تک نیت نہ کی جائے اس وقت تک زکوۃ ادا نہیں ہوتی۔ رہا عشر تو فقہائے احناف کے نزدیک اس کے لئے نیت شرط نہیں ہے اس لئے کہ وہ زمین کی مؤنت (عبادت) ہے (۳۱)۔

۲۔ حقوق العباد سے متعلقہ عبادات

خالص حقوق العباد سے متعلقہ مسائل جیسے قرض' ملکیت اور حق وراثت وغیرہ، یہ تمام معاملات انسانوں کے باہمی حقوق و فرائض کے ضمن میں آتے ہیں۔

احکام و مسائل کی اس نوع میں تصرف کرنا یعنی کسی کا حق چھیننا یا دبانا ظلم ہے۔ اس کے متعلق شریعت اسلامیہ کا دوٹوک موقف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کو اپنے حقوق تو معاف فرمادیں گے مگر بندوں کے حقوق اس وقت تک معاف نہ ہوں گے جب تک متعلقہ شخص اپنے حق کو معاف نہ کردے گا۔

حقوق کی یہ نوع درحقیقت ان مسائل و معاملات پر مشتمل ہے جن میں اسلامی معاشرے اور افراد معاشرہ کے مصالح کا تحفظ پایا جاتا ہے۔ حقوق کی یہ قسم بعض صورتوں میں معاف یا ساقط ہونے اور تبادلے کا امکان بھی رکھتی ہے۔ حق مہر اور حق نفقہ میں یہی حکم ہے کہ اگر متعلقہ شخص اس حق کو معاف کردے تو یہ حق معاف ہو جاتا ہے اور وہ چاہے تو کسی اور حق سے اس کا تبادلہ کرلے (۳۲)۔

۳۔ دونوں حقوق کی ایک ساتھ موجودگی اور حق اللہ کا غلبہ

تیسری قسم ان احکام و مسائل پر مشتمل ہے جن میں اللہ تعالیٰ اور بندوں کے حقوق ایک ساتھ جمع ہیں البتہ ان میں اللہ تعالیٰ کا حق غالب ہوتا ہے جیسے حد قذف۔ علامہ کاسانیؒ حد قذف کی بحث میں لکھتے ہیں: امام شافعیؒ کے اصول پر حد قذف خالص اللہ تعالیٰ کا حق ہے لہذا دوسرے حقوق العباد کی طرح اس میں بھی دعوی شرط ہے۔ تمام حقوق العباد میں یہی حکم ہے۔ مگر ہمارے نزدیک اس میں غالب حق تو اللہ کا ہی ہے مگر اس میں بندے کا بھی حق موجود ہے اس لئے کہ اس کا تعلق بندے کی عزت و حرمت کو بچانے سے ہے۔ لہذا دعوی شرط ہے (۳۳)۔

رہی حد سرقہ' تو اس کے متعلق علماء کے مابین اختلاف ہے۔ بعض فقہاء کا خیال ہے کہ حد سرقہ (چوری پر حد کی سزا) خالص اللہ تعالیٰ کا حق ہے اسی لئے اس میں خصومت (عدالتی چارہ جوئی) کو ضروری قرار نہیں دیا گیا۔ احناف کے نزدیک اس کے لئے خصومت شرط ہے۔ مگر اس حق کی نسبت میں فقہاء کے ہاں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض حنفی فقہاء کا خیال ہے کہ وہ خالص اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور خصومت کا شرط ہونا اس بنا پر ہے کہ یہ حق فرد کی محفوظ ملکیت کی پامالی کی تلافی پر مشتمل ہے۔ دیگر فقہاء نے اس میں بندے کے حق کا بھی اعتبار

۳۱۔ محمد ابوزہرہ' اصول الفقہ ص ۳۲۴

۳۲۔ حوالہ بالا ص ۳۲۳

۳۳۔ بدائع الصنائع ۷/ ۵۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کیا ہے 'کیوں کہ اس میں عدالتی چارہ جوئی کا حق بندے کے حق کا اظہار ہے۔ اگر وہ چاہے تو دعویٰ کے ذریعے حد کے نفاذ کا مطالبہ کرے اور چاہے تو نہ کرے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ اس میں اس کا حق موجود ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کا حق غالب و فائق ہے اس لئے بندے کو صرف عدالتی چارہ جوئی کا حق حاصل ہے اور اسے اس کی سزا کو معاف کرنے یا ساقط کرنے کا اختیار نہیں ہے (۳۴)۔

۴۔ حقوق العباد کے غلبہ والے مسائل

ایسے مسائل و معاملات جن میں اللہ تعالیٰ اور بندے دونوں کے حقوق باہم جمع ہیں مگر ان میں بندے کے حق کا پلہ بھاری ہے۔ جیسے قصاص اور خون کی سزائیں ہیں خواہ وہ قصاص ہو یا دیت، کیوں کہ ان احکام و مسائل میں اللہ تعالیٰ کا حق بھی ہوتا ہے اور بندے کا حق بھی، مگر یہاں بندے کا حق غالب و فائق ہوتا ہے شریعت اسلامیہ نے اسے جہاں دعوے کا حق دیا ہے وہاں اسے اس کی سزا کی معافی کا اختیار اور حق بھی عطا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ [البقرۃ ۲: ۱۷۸]

اور اگر قاتل کو اس کے (مقتول) بھائی (کے قصاص میں) سے کچھ معاف کر دیا جائے تو (وارث مقتول کو) پسندیدہ طریق سے (قرار داد کی) پیروی (یعنی مطالبہ خون بہا) کرنا' اور (قاتل کو) خوش خوئی کے ساتھ ادا کرنا چاہیے۔

اس حق کی صراحت اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری جگہ صراحت کی ہے' ارشاد فرمایا:

وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَانًا فَلَا يُسْرِفْ فِي الْقَتْلِ [الاسراء ۱۷: ۳۳]

اور جو شخص مظلومی کی حالت میں مارا جائے۔ تو ہم نے اس کے وارث کو
یہ حق دیا ہے (کہ وہ بدلہ لے) لہٰذا اس کے قتل میں حد سے نہ بڑھے۔

محکوم علیہ

گزشتہ بحث میں حکم' حاکم اور محکوم فیہ کا جائزہ لیا گیا ہے اور یہ دیکھا گیا ہے کہ اصول فقہ میں ان الفاظ کے معانی اور ان کے مشتملات کیا ہیں۔ اب یہ دیکھا جائے گا کہ فقہ اسلامی میں محکوم علیہ یعنی بندے کی شرائط اور حدود کیا ہیں۔

تعریف: "محکوم علیہ" سے مراد وہ شخص ہے جس کے فعل سے متعلق شارع کا حکم ہو۔ اسلامی معاشرے کے تمام مسلمان افراد مکلفین یعنی احکام کے ذمہ دار ہیں۔

اصطلاحی طور پر فقہاء نے اس کی یہ تعریف کی ہے: محکوم علیہ سے مراد "مکلف" ہے، اس لئے کہ شریعت اسلامیہ کی طرف سے اسی کے افعال کو قبول کیے جانے یا رد کیے جانے کا حکم لگایا جاتا ہے (۳۵)۔

۳۴۔ محمد ابو زہرہ 'اصول الفقہ ص ۳۲۵

۳۵۔ حوالہ بالا ص ۳۲۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اسلام اگرچہ ایک آفاقی اور عالمگیر شان رکھنے والا مذہب ہے لیکن اس مذہب کے احکام و مسائل پر عمل پیرا ہونے کے لیے بنیادی شرط اسلام کا ہونا ہے۔ لہٰذا جس شخص میں یہ شرط پائی جاتی ہو اس پر باقی احکام و مسائل پر عمل درآمد کی ذمہ داری عاید ہو گی ورنہ نہیں۔ اس طرح بحیثیت مسلمان وہ محکوم علیہ ہے۔

محکوم علیہ کی شرائط

ائمہ اصول فقہ نے محکوم علیہ (مکلف احکام) کے لئے یہ ضروری قرار دیا ہے کہ وہ صاحب عقل و فہم ہو۔ علامہ آمدیؒ لکھتے ہیں کہ تمام فقہاء کا اس بات پر اجماع ہے کہ مکلف محکوم علیہ کے لئے پہلی شرط یہ ہے کہ وہ تکلیف و ذمہ داری کو سمجھنے اور جاننے والا ہو اس لئے کہ تکلیف (احکام کا ذمہ دار ٹھہرانا) خطاب (الٰہی) ہے اور ایسے شخص کو جس میں عقل ہو اور نہ سمجھ بوجھ، (اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخاطب) کیا جانا محال ہے، جس طرح جمادات اور چوپائے کو مخاطب کیا جانا محال ہے۔

اس مقصد کے لئے احکام و مسائل کی تفصیل جاننا اور سمجھنا ضروری نہیں بلکہ محض اصل خطاب الٰہی کا فہم کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اوامر و نواہی کیا ہیں' ان پر عمل کرنے سے وہ ثواب کا اور عمل نہ کرنے سے سزا کا مستوجب ہو گا، اسے اس بات کا بھی شعور و ادراک ہو کہ احکام اسلامی کا آمر (حکم دینے والا) اللہ تعالیٰ ہے جس کا ہر حکم واجب الاطاعت ہے (۳۶)۔

اس شرط کا مقصد یہ ہے کہ چھوٹے بچے اور دیوانے قسم کے لوگوں کو جو خطاب الٰہی کو سمجھنے کی اہلیت نہیں رکھتے "تکلیف و ذمہ داری کے مسئلے میں جمادات اور حیوانات کی طرح خارج تصور کیا جائے۔ ان لوگوں کو احکام شریعت کا ذمہ دار ٹھہرانا ناممکن ہے۔ بچہ جو قدرے سمجھ دار ہو اور اشیاء میں فرق و تمیز کر سکتا ہو' اگرچہ عاقل و بالغ لوگوں کی طرح وہ احکام شریعت کے فہم و ادراک سے عاجز ہو' تو وہ عبادتِ الٰہی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت کے ماننے کا مکلف ہے۔ اس میں اور بے سمجھ بچے اور دیوانے میں وہی فرق ہے جو بے سمجھ بچے یا دیوانے اور جمادات و حیوانات میں ہے۔ وہ عقل و فہم اور احکام شریعت کی تعمیل و تکمیل میں پہلے درجہ کے لوگوں سے برتر اور افضل ہے (۳۷)۔

بچوں اور دیوانوں کا احکام اسلامی کے لئے غیر ذمہ دار ہونا قرآن مجید کی اس آیت سے ثابت ہوتا ہے:

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا [البقرة ۲: ۲۸۶]

اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

حسب ذیل حدیث نبوی سے بھی یہی ثابت ہے:

رفع القلم عن ثلاثة' عن الصبی حتی یبلغ' وعن النائم حتی یستیقظ و عن المجنون حتی یفیق (۳۸)

تین لوگوں سے قلم (ذمہ داری کا) اٹھا لیا گیا ہے' بچے سے تا آنکہ بالغ ہو جائے اور سونے

۳۶۔ الاحکام فی اصول الاحکام ۱/ ۲۱۵

۳۷۔ محمد الخضری' اصول الفقہ ۸۵۔۸۶

۳۸۔ الاحکام فی اصول الاحکام ۱/ ۲۱۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

والے سے تا آنکہ وہ جاگ جائے اور دیوانے سے تا آنکہ اسے دیوانگی سے افاقہ ہو جائے۔

انسان میں موجود عقل و فہم کی پیمائش کا ہمارے پاس کوئی ذریعہ اور آلہ موجود نہیں ہے جبکہ انسانی عقل عمر کے ساتھ بڑھتی اور نشوونما پاتی رہتی ہے لہٰذا شریعت اسلامیہ نے بلوغ کو اس کی حد مقرر کر دیا ہے۔ جیسے ہی بچہ بالغ ہو جائے، عقل و فہم کے لحاظ سے شریعت اسلامیہ میں مکلف کے لئے مخصوص عقل و فہم کی حد تک پہنچنے والا تصور کیا جاتا ہے جس پر پہنچتے ہی وہ تمام احکام شریعت کا مکلف ٹھہرا دیا جاتا ہے(۳۹)۔

شرط تکلیف پر اعتراضات اور ان کا جواب

سطور بالا میں یہ ذکر ہوا کہ شریعت اسلامیہ نے عقل و فہم کو تکلیف و ذمہ داری احکام کی اساس مقرر کیا ہے اور چونکہ عقل و فہم کی یہ اساس عاقل و بالغ افراد میں مکمل طور پر پائی جاتی ہے' اس لئے عقل و فہم کے ساتھ ساتھ "بلوغ" کو بھی اس کی شرائط میں تصور کیا جاسکتا ہے۔ شریعت اسلامیہ کے اس موقف پر بعض اعتراضات کئے گئے ہیں جن کا تجزیہ ضروری ہے۔ تفصیل درج ذیل ہے:

پہلا اعتراض

اوپر کی بحث سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت کے تمام احکام کا مدار عقل و بلوغ پر ہے مگر درج ذیل صورتوں سے اس تصور کی نفی ہوتی ہے:

۱۔ شریعت نے بچے اور دیوانے پر تمام مالیاتی ذمہ داریاں عائد کی ہیں۔ مثال کے طور پر ان کے مال پر زکوۃ عشر اور فطرانہ اسی طرح واجب الادا ہیں جس طرح بڑی عمر کے لوگوں کے اموال پر۔

۲۔ اگر بچہ یا دیوانہ کسی دوسرے شخص کا مال ضائع کر دے یا وہ کسی کو مارنے یا قتل کرنے صورت میں کسی قانون شکنی (جنایت' جرم) کا مرتکب پایا جائے تو شریعت اسلامیہ نے اس کے مال پر بالغ شخص ہی کی طرح تاوان اور دیت کو واجب قرار دیا ہے جس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ عقل و بلوغ کے بغیر بھی شریعت کی طرف سے احکام کی ذمہ داری عائد کی گئی ہے۔

اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ مذکورہ بالا احکام کا مدار فرد کے بجائے اس کی ملکیت پر ہے۔ کسی شخص کے پاس اس کی ضروریات سے فاضل اتنا سرمایہ موجود ہو جس پر زکوۃ واجب ہو سکتی ہو تو شریعت اس کے مالک کو نہیں دیکھتی بلکہ اس کی ملکیت پر زکوۃ لازمی قرار پاتی ہے۔ اسی طرح عشر کا تعلق زمین کی پیداوار سے ہے۔ جنایات میں دوسرے فریق کے نقصان کی تلافی مقصود ہے۔ ان تمام صورتوں میں بچہ اور دیوانہ اپنے سرپرست (ولی) کی وساطت سے ذمہ دار تصور کئے گئے ہیں۔

اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ شریعت اسلامیہ میں احکام شریعت کی ذمہ داری کا مدار عقل و بلوغ ہی پر ہے اور غیر عاقل و

۳۹۔ الاحکام فی اصول الاحکام ۱/۲۱۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

غیر بالغ لوگوں میں یہ اساس موجود نہیں ہے۔ اس لئے وہ احکام شریعت کے مکلف نہیں ہیں البتہ ان میں "انسانیت" موجود ہے جس نے ان پر بہت سے حقوق و فرائض عائد کر دیئے ہیں۔ مذکورہ افراد کے پاس مالی ملکیت کی اہلیت موجود ہے لہذا وہ مذکورہ احکام و مسائل کے لئے مکلف و ذمہ دار ٹھہرائے گئے ہیں اور مذکورہ بالا مسائل میں ان کی ذمہ داری درحقیقت ان کے انہی فرائض و واجبات کی اساس پر مبنی ہیں(۴۰)۔

دوسرا اعتراض

دوسرا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ مذکورہ بحث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ شخص جو خطاب الٰہی سمجھنے کی اہلیت نہیں رکھتا وہ احکام شریعت کا مکلف اور ذمہ دار نہیں ہے، حالانکہ قرآن حکیم میں شراب کے نشے میں مدہوش شخص سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنتُمْ سُكَارَىٰ حَتَّىٰ تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ [النساء ۴: ۴۳]

اے ایمان والو! جب تم حالت نشہ میں ہو تو جب تک تم (ان الفاظ کو) جو منہ سے کہو سمجھنے لگو نماز کے پاس مت جاؤ۔

حالانکہ وہ تو نشہ میں دھت ہے جس کی بنا پر وہ شریعت کے اس حکم کو سمجھنے کی اہلیت سے عاری ہے۔ اسی طرح سکران (نشے میں مدہوش) شخص کی عبارات اور اس کے الفاظ و کلمات کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر اس کی دی ہوئی طلاق معتبر ہوتی ہے اور اسی طرح جنایات (جرائم) کی صورت میں وہ قابل سزا گردانا جاتا ہے۔

اس شبہے کا جواب یہ ہے کہ جہاں تک تو قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیت کے خطاب کا تعلق ہے تو خطاب مدہوش افراد سے نہیں بلکہ ان لوگوں سے ہے جو حالتِ ہوش و حواس میں ہیں اور اس آیت میں انہیں یہ کہا گیا ہے کہ اگر وہ کبھی نشے میں مست ہو جائیں تو افاقہ ہونے تک نماز کے قریب نہ جائیں۔ دوسرے لفظوں میں قرآن مجید کی اس آیت میں یہ کہا گیا ہے کہ جو لوگ شراب کی حرمت نازل ہونے سے قبل شراب نوشی کیا کرتے تھے وہ نمازوں کے اوقات میں اس کے پینے کا سلسلہ مکمل طور پر ختم کر دیں۔ کیوں کہ یہ لازمی بات ہے کہ اس سے انہیں مدہوشی ہو گی جو نماز سے مانع ہے اور نماز کا اپنے مقررہ وقت میں ادا کرنا ضروری ہے۔ اس لیے یہ کہنا غلط ہے کہ مذکورہ بالا آیت میں شراب کے نشے میں مست لوگوں سے خطاب کیا گیا ہے بلکہ یہ خطاب تو عام حالت میں تمام مسلمانوں سے ہے۔ یہی اس کے شان نزول سے واضح ہے(۴۱)۔

رہا مدہوش شخص کی گفتگو یا اس کے افعال و اعمال کا قابل مواخذہ ہونا' تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے اس مدہوشی کو خود اپنے اوپر طاری کر کے ان تمام افعال و اعمال کا سبب پیدا کیا ہے اور اگر کوئی شخص کسی فعل کا سبب پیدا کر دے تو وہ اس کے مسبب اور سبب کا از خود ذمہ دار ہوتا ہے اور یہ حکم شریعت اسلامیہ کے اسباب و مسببات کے مابین ربط کے تعلق کے اس سلسلے کی ایک کڑی ہے جو مختلف سزاؤں میں قابل اعتبار ہے(۴۲)۔

۴۰۔ محمد ابو زہرہ' اصول الفقہ ۳۲۸۔۳۲۹

۴۱۔ محمد الخضری' اصول الفقہ ص ۸۶۔۸۷

۴۲۔ حوالہ بالا ص ۸۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تیسرا اعتراض

ایک اور اعتراض یہ ہے کہ ہماری شریعت کی دعوت تمام بنی نوع انسانی کے لئے عام ہے۔ قرآن مجید میں آتا ہے :

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ [الاعراف ۷ : ۱۵۸]

(اے محمد ﷺ) کہہ دیجئے کہ لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا رسول ہوں جو آسمانوں اور زمین کا بادشاہ ہے۔

اور دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا :

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا [سبا ۳۴ : ۲۸]

(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لئے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

حالانکہ لوگوں میں کچھ لوگ عربی زبان کو سمجھ سکتے ہیں مگر کچھ لوگ اس زبان اور اس کے خطاب کو نہیں سمجھ سکتے۔ لہذا یہ خطاب ان لوگوں سے کیسے ہوگا؟ دوسرے لفظوں میں جو اس زبان کو سرے سے سمجھتے ہی نہیں وہ عربی زبان میں کہے گئے اس خطاب کے کیسے مستحق ہوں گے؟۔ یہ صورت ہمارے اس اصول سے بظاہر متصادم ہے۔ اس اعتراض سے حسب ذیل صورتوں کے سوا بچنے کی کوئی صورت نہیں ہے :

۱۔ قرآن کریم کا ان تمام زبانوں میں ترجمہ کیا جائے جن کے بولنے والوں کو اسلام کی دعوت دی جانی مقصود ہو تاکہ وہ قرآن مجید کو سمجھ سکیں۔

۲۔ ان لوگوں کو پہلے عربی زبان سکھائی جائے اور پھر انہیں اسلام کی دعوت دی جائے تاکہ وہ قرآن مجید کے عربی خطاب کو سمجھ اور جان سکیں۔

۳۔ تمام مسلمانوں پر یہ لازم قرار دیا جائے کہ وہ غیر قوموں کی زبانیں سیکھیں تاکہ قرآن کے پیغام کو صحیح طریقے سے ان تک پہنچانا ممکن ہو سکے۔

جہاں تک ان میں سے پہلی صورت کا تعلق ہے تو اس کے واجب ولازم ہونے کا کوئی بھی قائل نہیں (کہ دنیا کی ہر ایک زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ کیا جائے)۔ ابتدائی دور کے علمائے کرام تو اس کے دوسری زبانوں میں ترجمہ ہی کے قائل نہ تھے، کیوں کہ ان کے خیال میں کسی اور زبان میں قرآن حکیم کا ترجمہ اس کے مفہوم کو علی وجہ الکمال ادا نہیں کر سکتا۔ بعض علمائے کرام بالخصوص متاخرین نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ جس کی اساس احادیث میں مذکورہ حسب ذیل واقعات پر ہے :

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ کے بعد ملوکِ عالم کے نام خطوط تحریر فرمائے جن میں خاص طور پر قرآن مجید کی حسب ذیل آیت تحریر فرمائی :

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا [آل عمران ۳ : ۶۴]

کہہ دیجئے، اے اہل کتاب آؤ اس بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے۔ یہ کہ ہم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہ عبادت کریں گے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی اور ہم اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے۔

ظاہر ہے کہ ترجمان کے ذریعے اس آیت کا مفہوم شاہانِ عالم کو ان کی اپنی زبان میں ترجمہ کر کے سنایا گیا تھا(۴۳) جو قرآن حکیم کے ترجمہ کے لئے ایک مضبوط وجہ جواز ہے۔

مزید برآں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک صحابی حضرت زید بن ثابت انصاریؓ کو یہودیوں کی زبان (عبرانی) سیکھنے کا حکم دیا(۴۴)، جس کے مقاصد میں ایک اہم مقصد اسلامی احکام و مسائل کا ابلاغ (Communication) بھی تھا۔

جہاں تک دوسری صورت کا تعلق ہے تو اس کا وجوب بھی عقل و نقل کے خلاف ہے، اس لئے کہ اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں ایک شخص بھی ایسا نہیں گزرا جس نے اس غیر منطقی نکتے کی طرف لوگوں کو بلایا اور ان کو اس کی دعوت دی ہو اور اگر کوئی ایسا فرد عربی سیکھ بھی لے تب بھی اس کی جانب سے اس کے دیگر ہم قوم لوگوں کو قرآن حکیم کا جو ابلاغ ہوگا وہ ترجمہ ہی کی بنیاد پر ہوگا۔

اب صرف تیسری صورت ہی باقی رہ جاتی ہے، یعنی امت اسلامیہ پر یہ بات بطور "فرض کفایہ" لازم اور ضروری ہے کہ وہ لوگ دوسری زبانیں سیکھیں اور غیر عربی اقوام تک قرآن حکم کا پیغام پہنچائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن ثابت انصاریؓ کو یہودیوں کی زبان سیکھنے کا حکم دیا تھا اور حبشہ میں ہجرت کرنے والے مسلمان وہاں کی مقامی زبان میں حبشہ کے بادشاہ اصحمہ نجاشی کے سامنے اسلام کے احکام و مسائل کی توضیح و تشریح کیا کرتے تھے(۴۵)۔

عقل و شعور کے چار ادوار

اس بحث سے یہ بات واضح کرنا مقصود ہے کہ اسلام کے تمام احکام و مسائل کی اساس عقل و شعور پر ہے اور انسانی عقل و شعور میں ترقی کا عمل جاری و ساری رہتا ہے اس لئے انسانی زندگی میں شریعت طیبہ کے احکام و مسائل کی ذمہ داری کی سطح میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ علمائے احناف نے انسانی عقل و شعور کے اعتبار سے انسانی زندگی کو حسب ذیل چار ادوار میں تقسیم کیا ہے:

ا۔ حالتِ جنین

اس حالت میں بچے کا اپنا الگ سے کوئی وجود نہیں ہوتا۔ وہ اپنی خوراک اور اپنی ذات میں اپنی والدہ کے جسم ہی کا ایک حصہ ہوتا ہے۔ وہ اپنی ماں کے بیٹھنے سے بیٹھتا اور اس کی حرکت کرنے سے حرکت کرتا ہے تو اس سے ہر قسم کی اخلاقی قانونی اور شرعی ذمہ داریوں کی نفی ہوتی ہے۔ اس پر کوئی شے واجب ہے اور نہ اس کے لیے کوئی شے واجب ہے۔ اس حالت میں بچہ ایک مستقل وجود بھی رکھتا ہے اس لئے اس کی والدہ اور دیگر لوگوں پر اس کے بعض حقوق و واجبات عائد کئے گئے ہیں مثلاً:

۴۳۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الوحی، حدیث ۴

۴۴۔ الاصابۃ فی معرفۃ الصحابہ، عدد ۶۵۔ ۶۸، ابن سعد ۲/۲: ۱۱۵۔۱۱۷ (حالات حضرت زید بن ثابت الانصاریؓ)

۴۵۔ محمد الخضری، اصول الفقہ ص ۸۸۔۸۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ا۔ والدہ بذات خود یا اس کا خاوند یا کوئی دوسرا فرد اس کے اتلاف واسقاط کا حق نہیں رکھتا۔ اگر کسی نے اس بچے کو تلف کرنے کی کوشش کی تو وہ عنداللہ مجرم ہوگا۔ قرآن مجید میں ارشاد باری ہے:

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ [بنی اسرائیل ۱۷: ۳۱]

اور تم اپنی اولاد کو مفلسی کے اندیشے سے ہلاک نہ کرو۔

جب تک بچہ زندہ حالت میں شکم مادر سے باہر نہیں آ جاتا' اس وقت تک اس شخصیت کا الگ وجود اور تشخص (Individuality) واضح نہیں ہوتا۔

۲۔ پیدائش سے لے کر سنِ تمیز تک

ا۔ وہ بعض مالی ذمہ داریوں کے تحمل کا اہل ہو جاتا ہے۔ مثلاً وہ کسی کا وارث ہو سکتا ہے اور اس کی وفات کی صورت میں اس کی وراثت آگے منتقل ہو سکتی ہے۔ اس کے پاس شرعی نصاب کی مقدار میں مال موجود ہو تو اس کے مال پر زکوٰۃ اور اس کی زمین کی پیداوار پر عشر واجب الادا قرار پاتا ہے۔ سرپرست (ولی) کی وساطت سے وہ بعض ادائیگیوں اور وصولیوں کا مستحق ہے۔ (تفصیل کتب فقہ میں دیکھی جا سکتی ہے) عقل و شعور کی کمی کے باعث اس پر عبادات اور بعض عقوبات (سزاؤں) کی کوئی ذمہ داری عاید نہیں ہوتی۔ لیکن شریعت اسلامیہ نے اس دور میں بچے کے والدین کو اس بات کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے کہ وہ اپنے بچے کی تعلیم و تربیت کا سلسلہ جاری رکھیں اور ہلکی پھلکی سرزنش (تادیب) کے ذریعے اسے راہ راست پر لانے کی کوشش کریں۔

۳۔ سنِ شعور سے سن بلوغ تک

اس عمر میں جب بچہ اپنے آس پاس کی دنیا کو کچھ کچھ سمجھنے اور اشیا میں فرق کرنے کے اہل ہو جاتا ہے تو شریعت اسلامیہ نے اس پر ذمہ داریوں کا سلسلہ قدرے مزید بڑھا دیا ہے۔ مگر ابھی تک اس کا احساس و شعور مکمل پختہ نہیں ہوا اس لئے ذمہ داریوں کا بوجھ بھی اس پر ناقص اور نامکمل ڈالا گیا ہے۔ اس عمر میں احساس و شعور کی بنا پر ذمہ داری کا علم حسب ذیل آیت سے ہوتا ہے۔ ارشاد مبارک ہے:

وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ [النساء ۴: ۶]

اور یتیموں کو بالغ ہونے تک کام کاج میں آزماتے رہو (پھر) اگر تم ان میں عقل کی پختگی دیکھو تو انہیں ان کا مال سونپ دو۔

اسی طرح ارشاد نبوی ہے:

سات سال کی عمر میں بچے کو نماز پڑھنے کا حکم دو' دس سال کی عمر میں اگر وہ نماز نہ پڑھے تو اس کی سرزنش کرو اور اسی عمر کے لڑکوں کو لڑکیوں سے الگ الگ سلاؤ۔

۴۔ بلوغ اور اس کے بعد کا زمانہ

چوتھا دور بچے کے بالغ ہونے سے شروع ہوتا ہے۔ وہ وفات تک اپنے پورے عرصہ حیات میں تمام مالی، شرعی اور دیگر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قوانین کا مخاطب تصور ہوتا ہے۔ عمر کے اس حصے میں بندہ ماسوائے حسب ذیل دو صورتوں کے 'مرنے تک احکام شرعیہ کا مکلّف اور ذمہ دار ہوتا ہے :

۱۔ عوارض سماویہ کی وجہ سے یا ۲۔ عوارض مکتسبہ کے باعث

عوارض سماویہ

اس سے مراد بندے کا دیوانگی 'عقل میں فتور 'نسیان 'سونے اور بیہوشی وغیرہ کی حالت سے دو چار ہونا ہے جن کی بنا پر ذمہ داری اٹھ جاتی ہے اور بندہ غیر مکلّف تصور ہوتا ہے۔

عوارض مکتسبہ

اس سے مراد بندے کا نشے میں دھت ہونا 'ہزل (بکواس کرنا) 'حماقت 'سفر 'بھول چوک اور اکراہ وغیرہ کی صورتیں ہیں (۴۶) جن کے احکام کتب فقہ میں دیکھے جاتے ہیں۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ فقہاء نے بچے کا بلوغ حسب ذیل تین صورتوں میں سے کسی ایک کے پیش آنے پر تسلیم کیا ہے :

۱۔ لڑکے کو احتلام اور لڑکی کو ایام حیض شروع ہو جائیں۔

۲۔ زیر ناف بال اگ آئیں۔

۳۔ ان دونوں صورتوں کی عدم موجودگی میں بچے یا بچی کی عمر پندرہ برس ہو جائے۔

حکم شرعی تکلیفی

یہاں تک کی تمام بحث "حکم شرعی" سے متعلق تھی۔ حکم تکلیفی اور اس کی اقسام پر بحث کی جائے گی۔

حکم تکلیفی کی تعریف

شروع میں یہ بیان ہو چکا ہے کہ حکم شرعی کی دو قسمیں ہیں جن میں سے ایک حکم تکلیفی اور دوسری حکم وضعی کہلاتی ہے۔

حکم شرعی تکلیفی سے مراد شریعت اسلامیہ کی طرف سے بندوں کو کسی کام کے کرنے کا حکم یا روک دینے والا حکم دینا ہے۔

علمائے اصول نے اس کی حسب ذیل الفاظ میں تعریف بیان فرمائی ہے :

مکلفین (عاقل و بالغ) کے افعال سے تعلق رکھنے والا شارع کا خطاب حکم تکلیفی کہلاتا ہے (۴۷)۔

ایک اور جامع تعریف یوں کی جاتی ہے :

۴۶۔ محمد الخضری 'اصول الفقہ ص ۹۲ تا ۱۰۵

۴۷۔ الاحکام فی اصول الاحکام ۱/۱۳۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مکلفین (بندوں) کے افعال سے متعلق شارع کا ایسا خطاب جو انہیں قطعی طور پر کرنے یا نہ کرنے کا اختیار دے (۴۸)۔

امام غزالیؒ اور عہد حاضر کے بعض فقہاء کی بیان کردہ تعریف بھی اس کے قریب ہے جسے ہم ابتدا میں نقل کر آئے ہیں، جس کا خلاصہ یہ ہے: شریعت اسلامیہ کی جانب سے اگر کسی فعل کے انجام دینے یا اس کے چھوڑ دینے کا حکم دیا جائے تو ایسا حکم حکم تکلیفی کہلاتا ہے۔

شروع میں یہ بھی واضح کیا جا چکا ہے کہ "تکلیفی" کا لفظ "تکلیف" سے مشتق ہے اور تکلیف کا مطلب ایک شخص پر کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کی ذمہ داری عاید کرنا ہے۔ اس طرح "حکم تکلیفی" کا لغوی مطلب کسی کو پابند یا ذمہ دار ٹھیرانے والا حکم ہے۔

حکم تکلیفی کی اقسام

حکم تکلیفی حسب ذیل پانچ اقسام میں منقسم ہے:

۱۔ واجب ۲۔ مندوب ۳۔ حرام ۴۔ مکروہ ۵۔ مباح

علامہ آمدیؒ اس تقسیم پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: جب آپ کو حکم شرعی کا مفہوم معلوم ہو گیا، اب یا تو یہ "حکم شرعی" کسی کام کے مطالبے اور اس کے اقتضاء پر مشتمل ہو گا یا نہیں؟ اگر تو پہلی صورت ہو تو پھر یہ مطالبہ فعل یا کسی کام کے کرنے کے لئے ہو گا یا اس کے چھوڑنے کے لئے۔ پھر ان میں سے ہر ایک صورت کا یہ حکم یا تو قطعی ہو گا یا غیر قطعی۔ اگر مطالبہ کسی کام کے قطعی طور پر کرنے کے لیے ہو تو ایسا حکم واجب ہے۔ اگر یہ مطالبہ غیر قطعی طور پر کیا گیا ہو تو وہ مستحب (مندوب) ہے۔ اسی طرح کسی کے کام چھوڑنے کے ضمن میں اگر مطالبہ قطعی ہو تو وہ حرام ہے اور اگر قطعی نہ ہو تو وہ مکروہ ہے۔ اگر شریعت کی طرف سے خطاب مطالبہ اور اقتضاء پر مشتمل نہ ہو تو وہ مکلف کو اختیار دینے پر مشتمل ہو گا یا نہیں۔ پہلی صورت میں اسے مباح کہتے ہیں اور دوسری صورت ہو تو وہ حکم وضعی ہے (۴۹)۔

۱۔ واجب

حکم تکلیفی کی اقسام میں سے پہلی قسم "واجب" ہے۔ "واجب" کا لفظ مادہ و۔ج۔ب (وَجَبَ یَجِبُ وجوبا) سے مشتق ہے جس کے لغوی معانی حسب ذیل ہیں:

۱۔ سقوط: ساقط ہونا۔ کہا جاتا ہے: وَجَبَتِ الشَّمْسُ ای سقطت سورج ساقط ہو گیا یعنی ڈوب گیا۔ اسی طرح "وَجَبَ الحَائِط" کا مطلب ہے دیوار گر گئی۔

www.kitabosunnat.com

۴۸۔ الاحکام فی اصول الاحکام ۱/۱۳۵

۴۹۔ حوالہ بالا ۱/۱۳۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲۔ ثبوت واستقرار : اسی طرح لفظ واجب ثبوت واستقرار کے مفہوم میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اسی مفہوم میں ارشاد نبوی ہے :

واذ وجب المریض فلا تبکین باکیۃ(۵۰)

جب مریض مطمئن اور پر سکون ہو جائے تو کوئی رونے والی اس پر نہ روئے۔

علامہ آمدیؒ نے واجب کی درج ذیل اصطلاحی تعریف نقل کی ہے :

وجوبِ شرعی شارع کی طرف سے کسی ایسے فعل کے قیام سے متعلق خطاب سے عبارت ہے جس کے ترک کرنے پر بندہ شرعی طور پر مذمت کا مستحق ہو(۵۱)۔

اس تعریف کا خلاصہ استاذ محمد ابو زہرہ نے ایک جملے میں پیش کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں : وہ فعل جس کا چھوڑنے والا مستحق مذمت ہو(۵۲)۔

مطلب یہ ہے کہ وہ فعل اتنا ضروری ہو کہ کسی حالت میں بھی اسے چھوڑنے کی اجازت نہ ہو اور اگر کوئی شخص اسے چھوڑ دے تو وہ اس پر مذمت وعتاب کا مستحق ہو تو وہ واجب ہے۔

فرض اور واجب میں فرق

یہاں یہ مسئلہ بھی قابل ذکر ہے کہ جمہور فقہاء کے نزدیک لفظ ''واجب'' لفظ ''فرض'' کا مترادف ہے اور دونوں کے مفہوم میں کوئی فرق نہیں ہے۔ مگر احناف کے نزدیک دونوں میں فرق ہے۔ احناف اس بات میں تو جمہور فقہاء کے ساتھ متفق ہیں کہ فرض اور واجب دونوں ہی عمل کے لحاظ سے لازمی اور ضروری ہیں۔ البتہ ان کے نزدیک دونوں میں عقیدے کے پہلو سے فرق ہے۔ ان کے نزدیک جو حکم دلیلِ قطعی مثلاً قرآن مجید سے ثابت ہو وہ فرض ہے اور جو حکم دلیلِ ظنی (غیر قطعی) مثلاً خبر واحد وغیرہ سے ثابت ہو وہ واجب ہے(۵۳)۔

عملی اعتبار سے تو احکام پر اس کا چنداں اثر نہیں ہوتا، البتہ علمی طور پر دونوں میں حسب ذیل وجوہ سے فرق ہے :

ا۔ اگر کوئی شخص کسی فرض کو ترک کر دے تو اس سے اس کا پورا عمل باطل ہو جاتا ہے مگر واجب ترک کرنے سے ایسا نہیں ہوتا۔ تمام فقہاء کا اتفاق واجماع ہے کہ اگر کسی شخص نے ''وقوف عرفات'' کو چھوڑ دیا تو اس سے اس کا حج باطل ہو جائے گا۔ لیکن اگر کسی نے صفا اور مروہ کے درمیان سعی نہ کی تو اس کا حج باطل نہ ہوگا، کیوں کہ صفا اور مروہ کے مابین سعی قطعی دلیل کے ساتھ ثابت نہیں ہوئی۔ لہذا صفا اور مروہ کے مابین سعی واجب اور وقوف عرفات فرض اور رکن ہے۔

۵۰۔ القاموس بذیل مادہ۔ الاحکام فی اصول الاحکام ۱/۱۳۸

۵۱۔ الاحکام فی اصول الاحکام ۱/۱۳۸

۵۲۔ محمد ابو زہرہ، اصول الفقہ ص ۲۸

۵۳۔ الاحکام فی اصول الاحکام ۱/۱۴۱

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

۲۔ فرض کا انکار کرنے والا شخص کافر ہے۔ مگر واجب کا انکار کفر کا موجب نہیں ہوتا۔ اگر کسی شخص نے زکوۃ یا نماز کا انکار کیا تو وہ شخص مسلمان نہیں رہ سکتا۔ لیکن اس نے کسی واجب فعل کا انکار کیا تو وہ کافر نہ ہوگا(۵۴)۔

امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک فرض اور واجب میں عقیدے اور عمل کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے۔ دونوں ایک شے کے دو نام ہیں اور ایک دوسرے کا مترادف ہیں۔ مگر امام ابو حنیفہؒ اور ان کے مکتب فکر کے نزدیک ان دونوں میں عملی پہلو سے تو کوئی فرق نہیں ہے البتہ علمی اعتبار سے دونوں میں واضح فرق ہے۔

کتب اصول فقہ میں جہاں واجب کا ذکر آتا ہے تو اس سے جمہور کا نقطہ نظر یعنی فرض عمل ہی مراد ہوتا ہے۔ آگے جو بحث کی جارہی ہے اس میں واجب سے مراد فرض سمجھا جائے۔

اقسام واجب

شریعت طیبہ میں واجب (فرض) افعال حسب ذیل ہیں اقسام ہیں :۔

الف : تقسیم واجب بلحاظ ادا

ادائیگی کے اعتبار سے واجب کو حسب ذیل اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے :

۱۔ واجب مطلق ۲۔ واجب مقیّد

واجب مطلق

واجب مطلق سے مراد ایسا فعل ہے جو وقت کی تعیین و قید سے مطلق ہو۔ اس کی ادائیگی کے لئے شریعت کی طرف سے وقت اور زمانے کی کوئی قید نہ ہو اور جب کوئی شخص اسے ادا کردے تو وہ ادا ہو جائے۔ کسی شخص نے رمضان المبارک کا روزہ کسی عذر شرعی کی بنا پر چھوڑ دیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک وہ اس کی قضا جب چاہے کر سکتا ہے، اس میں وقت اور زمانے کی کوئی قید اور پابندی نہیں ہے۔ مگر امام شافعیؒ کے نزدیک اس پر آئندہ سال کے رمضان المبارک سے پہلے پہلے اس روزے کی قضا لازمی ہے۔

اسی طرح حج بیت اللہ کا وجوب بھی احناف کے نزدیک وقت اور زمانے کی قید کے بغیر ہے۔ بندے پر فوراً ہی اس کا وجوب و لزوم نہیں ہوتا بلکہ اسے اجازت ہے کہ وہ اپنی زندگی میں جب چاہے اسے ادا کرے۔ مگر بعض ائمہ کرام نے اس کا بندے پر وجوب فوری طور پر قرار دیا ہے(۵۵)۔

www.kitabosunnat.com

واجب مقیّد

واجب مقیّد سے مراد ایسا واجب ہے جو وقت اور زمانے کی قید کے ساتھ مخصوص ہو جیسے پنجگانہ نمازیں اور رمضان المبارک کے روزے اپنے اوقات کے ساتھ مخصوص اور مقید ہیں۔ لہذا جیسے ہی نماز کا وقت آتا ہے تو وہ نماز فرض ہو جاتی ہے۔ اسی طرح

۵۴۔ محمد ابو زہرہ، اصول الفقہ ص ۲۹

۵۵۔ الاحکام فی اصول الاحکام ۱/۱۴۱۔۱۴۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جیسے ہی رمضان المبارک کا مہینہ آتا ہے تو اس کے روزے رکھنا فرض اور لازم ہو جاتا ہے اور عذر شرعی کے بغیر ان کا چھوڑنا جائز نہیں ہوتا(۵۶)۔

واجب مقیّد کی اقسام

جو فعل کسی وقت کے ساتھ مقیّد اور مخصوص ہو اس کی ادائیگی کے اعتبار سے دو صورتیں ہیں :

۱۔ واجب موسّع

۲۔ واجوب مضیّق

واجب موسّع

واجب کے وقت میں اسی فرض جیسی دوسری عبادت کا ادا کرنا بھی ممکن اور جائز ہو تو ایسا واجب "واجب موسّع" کہلاتا ہے جیسے پنجگانہ نمازوں کے اوقات ہیں' ان اوقات میں مقررہ نمازوں کے علاوہ دوسری نمازیں ادا کرنا بھی جائز اور ممکن ہے۔ ایسے واجبات کو' وقت کے جس حصے میں بھی ادا کر دیا جائے' وہی وقت ان کی ادائیگی کے لئے متعین ہو جاتا ہے۔

احناف کا موقف یہ ہے کہ یہاں فرض کی ادائیگی کے لئے وقت کا ابتدائی حصہ معین ہے۔ لہذا کوئی شخص فرض کو اس وقت میں ادا کر لے تو درست' ورنہ وہ فریضہ وقت کے دوسرے حصے کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ اگر وہ وقت کے اس حصے میں اس کی ادائیگی کرے تو درست' ورنہ وہ فریضہ کے وقت کے اگلے حصے کی طرف منتقل ہو جاتا ہے یہاں تک کہ وقت تنگ رہ جائے تو اس صورت میں وہی آخری وقت فرض کی ادائیگی کے لیے متعین اور مخصوص سمجھا جاتا ہے۔ اگر اس نے اس آخری وقت میں فرض ادا نہ کیا تو اس کی ادائیگی اس کے ذمہ قضا ہو جائے گی(۵۷)۔

واجب مضیّق

واجب مضیّق سے مراد ایسا عمل ہے جس کے مقررہ وقت میں کسی اور عمل کی ادائیگی کی گنجائش موجود نہ ہو' مثال کے طور پر رمضان کے روزے۔ ان سے روزے کا تمام وقت اس طرح مشغول ہو جاتا ہے کہ اس وقت میں کسی اور روزے کی ادائیگی کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔ اسی لئے علماء نے لکھا ہے کہ اگر اس نے مطلق روزے کی نیت کی تب بھی رمضان المبارک کا روزہ ہی ادا ہو گا(۵۸)۔

احناف کے ہاں اگر اس نے رمضان المبارک کے دنوں میں کسی نفلی روزے کی نیت کر لی تب بھی اس کی طرف سے رمضان

۵۶۔ محمد ابو زہرہ' اصول الفقہ ص ۳۱

۵۷۔ تہذیب الاصول ص ۳

۵۸۔ محمد ابو زہرہ' اصول الفقہ ص ۳۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

المبارک ہی کا روزہ ادا تصور ہوگا اور اس کی نفلی روزے کی نیت باطل اور لغو ہوگی۔

ب : تقسیم واجب بلحاظ تعیین مطلوب

شریعت اسلامیہ میں جن اعمال کو فرض اور واجب قرار دیا گیا ہے ان کی "تعین مطلوب" کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں :

۱۔ واجب معین ۲۔ واجب غیر معین (یا واجب مخیّر)

واجب معین

واجب معین سے مراد ایسا عمل ہے جس میں مطلوبہ عمل ایک ہی ہو' جیسے فرض کی ادائیگی' ایفائے عہد کا حکم اور اسی طرح شریعت طیبہ کے اکثر احکام۔ ان تمام صورتوں میں بندے کو دو یا دو سے زائد باتوں میں سے کسی ایک بات کا اختیار نہیں ہے (۵۹) بلکہ ایک خاص صورت وجوب و لزوم کے لئے متعین ہے۔ اکثر واجبات واجب معین ہی کے زمرے میں آتے ہیں۔

واجب غیر معین (واجب مخیّر)

واجب غیر معین یا واجب مخیّر کا مفہوم کوئی ایسا واجب عمل ہے جس میں شریعت اسلامیہ کی طرف سے دو یا دو سے زائد باتوں میں سے کسی ایک صورت پر عمل کا اختیار دیا گیا ہو' جیسے کہ قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے :

فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتَّىٰ إِذَا أَثْخَنتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً حَتَّىٰ تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا ذَٰلِكَ [محمد ۴۷ : ۴]

جب تم کافروں سے بھڑ جاؤ تو ان کی گردنیں اڑا دو' یہاں تک کہ ان کو خوب قتل کر چکو تو جو زندہ پکڑے جائیں ان کو مضبوطی سے قید کر لو' پھر اس کے بعد یا تو احسان رکھ کر چھوڑ دینا چاہیے یا کچھ مال لے کر' یہاں تک کہ (فریق مخالف) لڑائی کے ہتھیار رکھ دے۔

اس آیت طیبہ میں اللہ تعالیٰ نے دو باتوں یعنی قیدیوں کو احسان کر کے چھوڑ دینے یا ان کا فدیہ وصول کرنے میں سے کسی ایک بات کا اختیار دیا ہے۔

اسی طرح تین باتوں کا اختیار دیتے ہوئے سورۃ المائدہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے :

فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِينَ مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعِمُونَ أَهْلِيكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ أَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ [المائدۃ ۵ : ۸۹]

سو اس (قسم توڑنے) کا کفارہ دس محتاجوں کو اوسط درجے کا کھانا کھلانا ہے جو تم اپنے اہل و عیال کو کھلاتے ہو یا ان کو کپڑے دینا یا ایک غلام آزاد کرنا۔

اس آیت مبارکہ میں حسب ذیل تین امور کا حکم دیا گیا ہے :

۵۹۔ الاحکام فی اصول الاحکام ۱/۱۴۲ تا ۱۴۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۔ دس مساکین کو کھانا کھلانا یا

۲۔ دس مساکین کو کپڑے دینا یا

۳۔ ایک غلام آزاد کرنا

چنانچہ وہ شخص ان میں سے کسی ایک صورت پر بھی عمل کرے تو اس کی جانب سے فرض ادا ہو جاتا ہے۔ اس سلسلے کی ایک اور مثال حج ادا کرنے والے کے لیے تین باتوں میں سے کسی ایک صورت کی نیت کرنے کی اجازت ہے۔ وہ چاہے تو :

۱۔ مفرد حج کی نیت کرے یا

۲۔ ایام حج میں حج اور عمرہ دونوں کی دو احراموں کے ساتھ نیت کرے جسے حج تمتع کہتے ہیں' یا

۳۔ وہ ایک ہی احرام کے ساتھ حج اور عمرہ دونوں کی نیت کرے جو حج قران کہلاتا ہے۔

کسی شخص نے ان میں سے کسی صورت کے مطابق بھی حج کر لیا تو اس کا حج ادا ہو جائے گا۔

واجب کی اس قسم میں متعلقہ شخص جس صورت پر بھی عمل کرے اس کا فرض ادا ہو جاتا ہے (۶۰)۔

ج : تقسیم واجب بلحاظ نوعیت

علماء نے نوعیت کے اعتبار سے واجب کو دو قسموں میں تقسیم کیا ہے :

۱۔ واجب محدود ۲۔ واجب غیر محدود

واجب محدود

واجب محدود سے مراد یہ ہے اس کے وجوب کی کوئی حد (Limit) مقرر ہو جیسے زکوۃ اور صدقہ فطر وغیرہ' ان دونوں کے لئے شریعت اسلامیہ کی طرف سے ایک حد اور مقدار معین ہے۔

واجب غیر محدود

واجب غیر محدود سے مراد یہ ہے کہ شریعت اسلامیہ نے اس واجب کے لئے کوئی خاص حد مقرر نہ کی ہو بلکہ وہ واجب متعلقہ فرد کی طاقت و ہمت کے ساتھ مشروط ہو۔ جیسے نماز میں قیام' رکوع اور سجدوں کی تعداد۔ اسی طرح انفاق فی سبیل اللہ کا حکم وغیرہ۔ ان تمام صورتوں میں شریعت کی طرف سے ادنی مقدار تو مقرر ہے مگر اس کی آخری مقدار کا تعین نہیں کیا گیا بلکہ وہ متعلقہ فرد کی طاقت و قدرت کے ساتھ مخصوص و مقید ہے (۶۱)۔

کوئی شخص چاہے تو نماز کے قیام' رکوع و سجود کو بہت طویل کر دے اور چاہے تو انہیں مختصر مگر جامع طریقے پر ادا کرے مگر اس کی حد مقرر نہیں ہے۔ وہ چاہے تو پورے سر پر مسح کر لے' چاہے تو نصف پر اور چاہے تو ایک تہائی پر۔

۶۰۔ محمد ابو زہرہ' اصول الفقہ ص ۳۲۔ ۳۳

۶۱۔ حوالہ بالا ص ۳۵۔ ۳۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

د : تقسیم واجب بلحاظ مکلّف

مکلّف یعنی عمل کرنے والے کے اعتبار سے واجب حسب ذیل اقسام پر مشتمل ہوتا ہے :

۱۔ فرض عین یا واجب عینی ۲۔ فرض کفایہ یا واجب کفائی

فرض عین یا واجب عینی

فرض عین کا مطلب یہ ہے کہ شریعت کی طرف سے وہ حکم ہر ایک مکلّف کے لئے ہو اور اگر وہ اس کو چھوڑ دے تو وہ اس پر گناہ گار تصور ہو' جیسے اکثر فرائض اور واجبات میں فرض کی یہی نوعیت ہے۔ مثلاً نماز' زکوۃ اور ایفائے عہد وغیرہ۔ یہ تمام افعال بلا تخصیص ہر فرد پر لازمی ہیں اور اگر کوئی شخص انہیں ترک کر دے تو وہ اس کے ترک کر دینے پر گناہ گار ہو گا۔

فرض کفایہ یا واجب کفائی

فرض کفایہ سے مراد وہ فعل ہے جس کی ادائیگی کسی جماعت پر من حیث المجموع ضروری قرار دی گئی ہو' کچھ لوگ اس فعل کو ادا کر لیں تو باقی لوگوں سے وہ فرض ساقط ہو جاتا ہے اور ان میں سے کوئی شخص بھی مذمت یا عتاب کا مستحق نہ ہو گا۔ تمام لوگ اس عمل کو چھوڑ دیں تو یہ تمام لوگ گناہ گار متصور ہوں گے۔ مثال کے طور پر جہاد فی سبیل اللہ' امر بالمعروف ونہی عن المنکر' نماز جنازہ اور مسلمانوں میں امامت وخلافت کا قیام وغیرہ۔ اس قسم کے افعال و واجبات کو مسلمانوں کی کوئی ایک جماعت ادا کر رہی ہو تو ان کے اس عمل کی بنا پر باقی لوگوں سے یہ فرض ساقط ہو جائے گا۔ کوئی شخص بھی انہیں ادا نہ کر سکا تو اس فرض کی ادائیگی تمام لوگوں کے ذمہ باقی رہے گی۔ بعض علمائے اصول نے اس کو یوں بیان کیا ہے کہ فرض کفایہ میں اس کو ادا کرنے والے کا فعل دوسرے لوگوں کے فعل کے قائم مقام ہو جاتا ہے (۶۲)۔

امام شافعی کے ہاں واجب کفائی عمومی سطح پر مطلوب ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر کچھ لوگ اس کو ادا کر دیں تو باقی لوگ اس فریضے سے سبکدوش ہو جاتے ہیں۔

۲۔ مندوب

واجب کے بعد حکم شرعی تکلیفی کی دوسری قسم مندوب ہے۔ لفظ "مندوب" "الندب" سے مشتق ہے جس سے مراد کسی اہم معاملے کی طرف کسی کو بلانا اور دعوت دینا ہے۔ مگر اصطلاح شریعت میں مندوب سے مراد ایسا فعل ہے جس کے کرنے پر اس کے کرنے والے کی مدح وتعریف کی جائے لیکن اس کے چھوڑنے پر فاعل کی مذمت نہ کی جائے۔

علامہ آمدیؒ نے اس تعریف پر تنقید کی ہے اور اس کے بجائے اس کی حسب ذیل تعریف کو درست قرار دیا ہے :

۶۲۔ الاحکام فی اصول الاحکام ۱/۱۴۱، ۱۴۲۔ محمد ابو زہرہ' اصول الفقہ ص ۳۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایسا فعل جس پر عمل کرنا شریعت کی جانب سے مطلوب ہو مگر اس کے چھوڑنے پر وہ بالکل قابل مذمت نہ ہو (۶۳)۔

مندوب کو نفل، سنت، تطوع اور مستحب نیز احسان بھی کہا جاتا ہے۔ ان کی حیثیت فرائض و واجبات سے کم تر مگر مباح امور سے زیادہ ہے (۶۴)۔ انہیں فرائض و واجبات کا تکمیل کنندہ بھی کہہ سکتے ہیں کیونکہ ان امور سے فرائض و واجبات کی تکمیل ہوتی ہے (۶۵)۔ ان امور کو امور واجبیہ کا محافظ و نگہبان بھی کہا جاتا ہے اس لیے کہ اگر ان کی حفاظت و صیانت کی جائے تو اس سے فرائض و واجبات محفوظ رہتے ہیں اور اگر انہیں ترک کر دیا جائے تو اس سے فرائض و واجبات کے متاثر ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

درجات

عمل کے لحاظ سے مندوب کے دو درجے ہیں:

۱۔ مؤکدہ ۲۔ غیر مؤکدہ

مؤکدہ

سنن مؤکدہ سے مراد ایسے اعمال و افعال ہیں جن کی ادائیگی کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لازمی قرار دیا ہے اور ان کے فرض ہونے کی نفی فرمائی ہے، جیسے نماز فجر سے قبل کی دو، نماز ظہر سے قبل کی چار اور اس کے بعد کی دو رکعات، نماز مغرب اور نماز عشاء کے بعد کی دو دو رکعات وغیرہ۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ سنّت مؤکدہ کے ترک کرنے پر اس کے تارک کو ملامت کی جانی چاہیے مگر سزا نہیں۔ کیوں کہ ان کی طرف سے اس کو ترک کرنا ایسے فعل سے متصادم ہے جس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مداومت فرمائی اور دوسروں کو اس کی تاکید اور وصیت کی۔ اسی طرح نکاح پر قدرت رکھنے والے شخص کے لئے نکاح کرنا سنّت مؤکدہ ہے بشرطیکہ اس کی حالت معتدل ہو۔ اگر اس پر شہوت کا غلبہ ہو تو اس صورت میں نکاح کرنا واجب ہے۔

غیر مؤکدہ

مندوب کی دوسری قسم "سنن غیر مؤکدہ" ہے جس سے مراد ایسا فعل ہے جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مداومت نہ فرمائی ہو بلکہ کبھی تو آپ نے ان پر عمل کیا ہو اور کبھی نہ کیا ہو۔ جیسے نماز عصر اور نماز عشاء سے پہلے کی چار چار سنتیں اور صدقہ کرنے پر قدرت رکھنے والے کے لئے راہ خداوندی میں صدقہ کرنا (۶۶)۔

امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے ہاں ان دونوں اقسام کو علی الترتیب سنّت راتبہ اور سنّت غیر راتبہ کہا جاتا ہے۔ انہیں نفل مؤکدہ اور نفل غیر مؤکدہ کا نام بھی دیا جاتا ہے۔

اصولی طور پر مندوب کا درجہ فرض اور واجب سے کم مگر مباح (جائز) امور سے بالاتر ہوتا ہے۔ ان افعال و اعمال میں فعل

۶۳۔ الاحکام فی اصول الاحکام ۱/۱۷۰

۶۴۔ محمد الخضری، اصول الفقہ ص ۵۱

۶۵۔ اصول التشریع الاسلامی ص ۳۱۸

۶۶۔ محمد ابو زہرہ، اصول الفقہ ص ۳۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی جہت' ترک کی نسبت سے غالب اور راجح ہوتی ہے۔ ان افعال کے کرنے میں ثواب ہے اور نہ کرنے پر گناہ نہیں ہے۔

بعض علمائے کرام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی افعال واعمال میں اقتداء کرنے کو بھی اس زمرے میں شامل اور شمار کیا ہے' مگر اس صورت کا درجہ مذکورہ بالا دونوں صورتوں سے کم تر ہے۔

اس نوع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس' آپ کے کھانے کے طریقے اور آپ سے مشابہت اختیار کرنے کو شامل کیا گیا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ تمام افعال مستحسن افعال ہیں مگر یہ دین اسلام کا حصہ اور اس کا جزو نہیں ہیں۔ اسی لیے ان کے نہ کرنے پر کوئی شخص سزا و عقاب کا مستحق نہیں ہوتا (۶۷)۔

مندوب کی خصوصیات

جیسا کہ اوپر اشارۃً ذکر کیا گیا کہ مندوب کا درجہ فرض اور واجب سے کم ہوتا ہے مگر اس کی حیثیت فرض اور واجب کو مکمل کرنے اور ان کی حفاظت و صیانت کرنے والے اعمال و افعال کی ہوتی ہے۔ علمائے علم الاصول نے مندوب کی حسب ذیل خصوصیات کی ہیں:

۱۔ تمام مندوب و سنت یا نفل اعمال واجبات کے محافظ و نگران ہوتے ہیں کیوں کہ ان پر عمل کی ادائیگی سے فرائض و واجبات کی پابندی اور ان کے قیام پر مداومت کا سبق ملتا ہے۔ جو شخص غیر لازم افعال واعمال کو پابندی اور شوق سے ادا کرتا ہو وہ فرائض اور واجبات کی بھی پابندی کرے گا اور جو شخص سنتوں اور نوافل کو ترک کر دے گا تو اس کے متعلق یہ اندیشہ ہو سکتا ہے کہ وہ فرائض و واجبات میں بھی کوتاہی کا مرتکب ہوگا۔

علامہ شاطبیؒ نے اس بحث کو خوب مدلل کر کے لکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں "اور مندوب اعمال کا جائزہ جب آپ وسعت نظر سے لیں تو آپ انہیں واجبات کا خدام پائیں گے۔ اس لئے کہ وہ یا تو ان کا مقدمہ ہیں یا پھر ان اعمال و افعال کی یاد دہانی کا ذریعہ۔ پھر خواہ انہی کی جنس سے کوئی فعل شرعاً واجب ہو یا نہ ہو' جیسے سنت نفلی' مسنون نمازیں' نفلی روزے' صدقات اور نفلی حج وغیرہ۔ رہے ایسے افعال جن کی جنس سے اعمال فرض اور واجب نہیں ہیں تو ان کی مثالیں نماز کے لئے جاتے وقت حصولِ زینت' ساتر لباس کا پہننا' روزہ جلدی افطار کرنا' سحری کو آخر وقت تک مؤخر کرنا اور روزے کے دوران لایعنی باتوں سے اجتناب کرنا وغیرہ ہیں (۶۸)۔

۲۔ دوسرا نکتہ جس کی طرف علامہ شاطبیؒ نے توجہ دلائی ہے وہ یہ ہے کہ بعض مندوب ایسے ہیں کہ جن میں گنجائش ہوتی ہے کہ انہیں کوئی شخص کبھی کبھار چھوڑ دے تو وہ گناہ گار نہ ہوگا۔ لیکن یہ بات جائز نہیں کہ انہیں تمام لوگ ہی ایک ساتھ ترک کر دیں۔

مثال کے طور پر اذان دینا سنت (مندوب) ہے۔ اگر کوئی شخص انفرادی طور پر اذان نہ دے تو اس کی گنجائش ہے' لیکن اگر

۶۷۔ محمد ابو زہرہ' اصول الفقہ ص ۴۰

۶۸۔ الموافقات ۱/۱۵۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پورے محلے میں سے کوئی شخص اذان نہ دے تو تمام لوگ گناہ گار ہوں گے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص گاہے بگاہے باجماعت نماز ادا نہ کر سکے تو اس کی اجازت ہے' لیکن اس کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ مکمل طور پر جماعت سے نماز کی ادائیگی چھوڑ دے۔ نکاح کرنا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت مبارکہ ہے۔ کوئی شخص نکاح نہ کرے تو اس کی گنجائش ہے' لیکن ایسا ہرگز جائز نہیں ہے کہ پورا معاشرہ یا مسلمانوں کی ایک بہت بڑی جماعت ہی نکاح کو چھوڑ دے۔ اس صورت میں "امت" کا اختتام اور استیصال لازم آتا ہے۔ اسی لئے بعض فقہاء نے نکاح کو فرض کفایہ قرار دیا ہے (۶۹)۔

۳۔ حرام

حکم تکلیفی کی تیسری قسم حرام اور ممنوع افعال پر مشتمل ہے۔ اس قسم کو فقہاء کرام نے حرام' ممنوع' اور محظور کے نام دیئے ہیں۔

حرام کے لغوی معنی حرمت و عزت اور روکنے اور منع کرنے کے ہیں۔ شریعت کی اصطلاح میں حرام سے مراد ایسا فعل ہے جس سے شارع یقینی اور حتمی طور پر رکنے کا حکم دے (۷۰)۔

جمہور کے نزدیک حرام کا ثبوت خواہ دلیل قطعی یعنی قرآن مجید' حدیث متواتر یا حدیث مشہور سے ہو یا دلیل ظنی سے' دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ مگر احناف کے نزدیک حرمت کے ثبوت کے لیے دلیل قطعی ہونا ضروری ہے اور اگر وہ خبر واحد سے ثابت ہو تو اس کو کراہت تحریمی کے ساتھ مکروہ کہا جائے گا۔ امام ابو حنیفہؒ' امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ اسے مکروہ قرار دیتے ہیں۔ مکروہ پر بحث آئندہ آئے گی۔

حرام امور میں مردار' شراب' زنا اور جوے وغیرہ کی حرمت کا ذکر کیا جا سکتا ہے جن کی حرمت دلیل قطعی سے ثابت شدہ ہے۔

حرام کی اقسام

حرام یعنی ممنوع اشیاء کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ حرام لِذَاتِہٖ ۲۔ حرام لِغَیْرِہٖ

حرام لِذَاتِہٖ

حرام کی پہلی قسم حرام لذاتہ ہے جس سے مراد ایسی اشیاء ہیں جنہیں شریعت طیبہ نے ان میں موجود کسی مضر یا نقصان دہ عنصر کے باعث ممنوع ٹھہرایا ہے۔ اس کا مصداق ایسی اشیاء ہیں جو ضروریات خمسہ یعنی جان' نسل' مال' عقل اور دین کو نقصان

۶۹۔ الموافقات ۱/۱۳۲

۷۰۔ محمد ابو زہرہ' اصول الفقہ ص ۴۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پہنچاتے ہیں۔ جیسا مردار' زنا' چوری' شراب اور شرک و کفر وغیرہ کی مثالوں سے ظاہر ہوتا ہے(۷۱)۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ شریعت طیبہ کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس میں صرف ان اشیاء کے کھانے پینے کی اور ان کاموں کے کرنے کی اجازت دی گئی ہے جن سے "ضروریات خمسہ" محفوظ ہوتی ہیں اور ان کی نشو نما ہوتی ہے۔ قران مجید میں ارشاد باری ہے :

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ
وَاشْكُرُوا لِلَّهِ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ [البقرة ۲ : ۱۷۲]

اے ایمان والو! جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تم کو عطا فرمائی ہیں' ان کو
کھاؤ اور اگر تم خدا کے ہی بندے ہو تو اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرو۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا :

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ [الاعراف ۷ : ۱۵۷]

وہ لوگ جو (محمد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو نبی امی ہیں' پیروی کرتے ہیں، جن کے اوصاف کو اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، وہ انہیں نیک کام کا حکم دیتے ہیں اور برے کام سے روکتے ہیں اور پاک چیزوں کو ان کے لئے حرام ٹھہراتے ہیں۔

ایک اور مقام پر فرمایا :

يَسْأَلُونَكَ مَاذَا أُحِلَّ لَهُمْ قُلْ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ [المائدۃ ۵ : ۴]

اے پیغمبر! لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ ان کے لئے کیا حلال ہے' آپ کہہ دیجئے کہ تمہارے لیے تمام پاک چیزیں حلال ہیں۔

ان آیات مبارکہ سے ہمیں اسلام کے فلسفہ حلال و حرام کو سمجھنے میں بنیادی مدد ملتی ہے۔ اسلام ایسی اشیاء کو حلال اور طیب قرار دیتا ہے جو مذکورہ بالا ضروریات خمسہ کی حفاظت وصیانت اور ان کی نشوونما کا ذریعہ ہیں۔ جو جو باتیں انسانی جسم اور اس کی روح کے لیے نقصان دہ اور مضر ہیں' شریعت طیبہ نے انہیں خبیث یعنی گندی اشیاء قرار دے کر انہیں مسلمانوں کے لیے ممنوع و حرام ٹھہرا دیا ہے۔ انسان دنیا میں اعلیٰ ترین روحانی مقاصد حیات کی تکمیل کے لئے آیا ہے' اس لئے شریعت طیبہ نے اس بات کا خوبی خیال رکھا ہے کہ انسان فقط وہی اشیاء کھائے اور پیئے جو جسمانی صحت و عافیت کے ساتھ ساتھ روحانی ترقی و کامیابی کے اس سفر میں اس کے لئے پوری طرح ممد و معاون ہیں۔ جو اشیاء اپنے اندر موجود مفسد اور مضر اثرات کے باعث انسان کی جسمانی اور روحانی نشوونما اور بالیدگی کے لیے نقصان دہ ہیں' شریعت اسلامیہ نے انہیں حرام اور ممنوع ٹھہرا دیا ہے۔

۷۱۔ محمد ابو زہرہ' اصول الفقہ ص ۴۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حرام لِغَیْرِہٖ

حرام کی دوسری قسم لغیرہ ہے جس سے مراد ایسے افعال واعمال ہیں جو بجائے خود تو حرام نہیں ہیں لیکن وہ حرام تک پہنچنے کا ذریعہ اور سبب ہیں اس لئے شریعت نے ان تمام امور کو بھی حرام قرار دیا ہے۔ اجنبی عورت کی طرف دیکھنا بذات خود تو حرام نہیں ہے لیکن یہ دیکھنا شہوت کے ساتھ ہو تو یہ زنا تک پہنچنے کا ذریعہ اور سبب بن سکتا ہے اور زنا شریعت طیبہ میں قطعی طور پر حرام ہے، اس لئے اجنبی عورت کی طرف دیکھنا بھی حرام قرار دیا گیا ہے۔ بیع (خرید و فروخت) جائز اور مباح ہے لیکن ربائی اموال کی خرید و فروخت سے ربا (سود) پیدا ہو جاتا ہے جو حرام اور ناجائز ہے' لہٰذا شریعت نے ربائی صورتوں پر مشتمل اشیاء کی خرید و فروخت بھی حرام اور ناجائز قرار دی ہے۔

شریعت نے دو حقیقی بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنے کو حرام قرار دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ [النساء ۴: ۲۳]

اور یہ (بھی حرام ہے) کہ تم دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرو۔

نیز ارشاد نبوی ہے:

"کسی عورت اور اس کی حقیقی پھوپھی' اس کی خالہ' اس کی بھتیجی اور بھانجی کا ایک ساتھ نکاح نہ کیا جائے۔"

دو محرم عورتوں کا ایک دوسرے کی سوکن بننا ان کی باہمی قرابت داری کے لیے قطع تعلقی کا سبب ہو سکتا ہے۔ یہ قطع تعلقی حرام ہے اس لیے شریعت نے دو محرمات کو نکاح میں جمع کرنے سے منع فرما دیا ہے۔

بعض اوقات "حرام لغیرہ" کا اطلاق ان ممنوعہ صورتوں پر کر دیا جاتا ہے جن میں حرمت کسی عارضی سبب کی بنا پر پیدا ہوئی ہو، جیسے غصب کردہ اراضی میں نماز اور اذان جمعہ کے وقت خرید و فروخت کی ممانعت۔ یہ دونوں صورتیں حرام اشیاء سے متصل ہونے کے باعث ممنوع ہیں (۷۲)۔ نماز میں ذاتی طور پر ممانعت اور حرمت کی کوئی وجہ نہیں' چونکہ یہ نماز حرام شے یعنی غصب کردہ اراضی سے متصل ہے اس لئے اس کی ممانعت ہے۔ اسی طرح خرید و فروخت بذات خود جائز اور مباح فعل ہے لیکن یہاں یہ فعل نماز جمعہ کے وقت سے متصل واقع ہو رہا ہے اس لئے اس کی ممانعت کی گئی ہے۔

"حرام لِذَاتِہٖ" اور "حرام لِغَیْرِہٖ" میں فرق

"حرام لذاتہ" اور "حرام لغیرہ" دونوں شریعت میں ممنوع اور حرام ہیں لیکن ان دونوں کی حرمتوں میں حسب ذیل وجوہ سے فرق ہے:

۱۔ اگر کسی عقد بیع (Sale Contract) میں "حرام لذاتہ" محل بیع (Subject matter) ہو تو وہ عقد باطل قرار پاتا ہے گویا سرے سے ہی منعقد نہیں ہوتا، جیسے شراب' خنزیر اور مردار وغیرہ کی بیع سرے سے درست نہیں ہے۔ لیکن

۷۲۔ محمد ابو زہرہ' اصول الفقہ ص ۴۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اگر "محل عقد" کوئی "حرام لغیرہ" شے ہو تو اس صورت میں عقد باطل نہیں ہوتا۔ نماز جمعہ کے وقت اگر کوئی عقدِ بیع کیا جائے تو جمہور فقہاء کے نزدیک وہ منعقد ہو جاتا ہے۔ اس رائے سے حنابلہ اور ظواہر کو اختلاف ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک یہ عقد ہی باطل قرار پاتا ہے۔

غصب کردہ زمین میں نماز کی ممانعت نماز میں موجود کسی فاسد عنصر کے باعث نہیں ہے اس لئے جمہور کے نزدیک غصب کے گناہ کے باوجود یہ نماز درست ہے۔ اس میں بھی حنابلہ اور ظواہر نے جمہور کی رائے سے اختلاف کیا ہے۔

۲۔ علاوازیں "حرام لذاتہ" انتہائی اور شدید مجبوری کے سوا حلال نہیں ہوتا، صرف ان صورتوں میں حلال ہوتا ہے جہاں جان بچانے کا مسئلہ درپیش ہو۔ مثلاً اگر کوئی شخص بھوک سے مرنے کے قریب ہو تو اس کے لئے اپنی جان بچانے کے لئے ضروری مقدار میں مردار کھانا حلال ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص پیاس سے مرنے کے قریب ہو اور اس کے پاس شراب کے سوا کوئی مشروب نہ ہو تو وہ اپنی جان بچانے کے لیے ضروری مقدار میں کچھ پی لے تو اس کی اجازت ہے۔

ارشاد باری ہے:

فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ [المائدۃ ۵: ۳]

ہاں جو شخص بھوک میں ناچار ہو جائے (بشرطیکہ) گناہ کی طرف مائل نہ ہو، تو خدا بخشنے والا مہربان ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر وہ اس مجبوری کے عالم میں اپنی جان بچانے کے لئے اتنی مقدار میں خنزیر کا گوشت یا مردار کھالے تو اس کا یہ جرم اللہ کے ہاں قابل مواخذہ نہیں ہے۔ جبکہ حرام لغیرہ ادنیٰ حاجت و ضرورت کے وقت بھی حلال ہو جاتا ہے (۷۳)۔

۴۔ مکروہ

حکم شرعی تکلیفی کی چوتھی قسم مکروہ افعال کے بارے میں ہے۔ لفظ مکروہ "ک۔ر۔ہ" سے مشتق ہے۔ جس کے لغوی معنی کسی شے کو ناپسند اور قابل کراہت سمجھنے کے ہیں۔ یہ لفظ "حب" (پسند، محبت) کی ضد ہے۔ قرآن حکیم میں یہ لفظ اپنے اس لغوی مفہوم میں کثرت سے استعمال ہوا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَكُمْ وَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ [البقرۃ ۲: ۲۱۶]

تم پر لڑنا فرض کر دیا گیا ہے حالانکہ وہ تمہیں ناپسند ہے اور عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو بری لگے مگر وہ انجام کے اعتبار سے تمہارے حق میں بہتر ہو۔

شریعت کی اصطلاح میں مکروہ کی تعریف یوں کی گئی ہے:

اس سے مراد ایسا فعل ہے جس سے شریعت اسلامیہ نے غیر حتمی طور پر روکا اور منع کیا ہو (۷۴)۔

۷۳۔ محمد ابو زہرہ، اصول الفقہ ص ۴۴۔۴۵

۷۴۔ حوالہ بالا ص ۴۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بقول علامہ جرجانیؒ، جن امور کو چھوڑنا ان کے کرنے کی نسبت زیادہ راجح ہو وہ امور مکروہ کہلاتے ہیں(۷۵)۔

کسی فعل کے مکروہ ہونے کی صورت یہ ہوتی ہے کہ اس کی حرمت کے ساتھ کوئی ایسا قرینہ ہو جو اس کی عدم حرمت پر دلالت کرے۔ جیسے ارشاد باری ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ [المائدۃ ۵: ۱۰۱]

اے ایمان والو! ان باتوں کے متعلق نہ پوچھو کہ اگر وہ تمہارے سامنے ظاہر کر دی جائیں تو تم کو بری لگیں۔

فعل کے مکروہ ہونے کی ایک صورت یہ ہوتی ہے کہ عبارت میں صاف لفظوں میں مادہ "کرہ" کا استعمال کیا گیا ہو۔

ارشاد نبوی ہے:

ان الله يكره لكم قيل و قال و كثرة السوال واضاعة المال

اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے قیل و قال اور زیادہ سوالات کرنے اور مال ضائع کرنے کو ناپسند کیا ہے۔

مذکورہ حکم کی تشریح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکروہ (ناپسندیدہ فعل) سے کی ہے اس لئے اس کو مکروہ قرار دیا گیا ہے۔

مکروہ کی مذکورہ بالا تعریف جمہور فقہاء کے مطابق تھی جبکہ احناف نے حرام اور مکروہ میں فرق کیا ہے۔ ان کے نزدیک جس فعل کی حرمت قطعی دلیل سے ثابت ہو وہ فعل حرام ہے اور جس شے کی حرمت دلیل ظنی سے ثابت ہو وہ مکروہ ہے۔

مکروہ کی اقسام

احناف نے مکروہ کی دو اقسام قسمیں کی ہیں:

ا۔ مکروہ تحریمی ۲۔ مکروہ تنزیہی

مکروہ تحریمی

احناف کے ہاں مکروہ تحریمی دراصل فعل کی جانب وجوب کے بالمقابل ہے۔ یعنی کوئی ایسا فعل جس کی حرمت کسی ایسی دلیل سے ثابت ہو جس میں کچھ شبہ ہو۔ انہوں نے مردوں کے لئے ریشم، سونا اور چاندی پہننے کو، اور اس شخص کے لئے جس کا گمان غالب یہ ہو کہ وہ اپنی بیویوں سے عدل نہیں کر سکے گا، دوسرے نکاح کو مکروہ تحریمی قرار دیا ہے۔

مکروہ تنزیہی

احناف نے مکروہ تنزیہی سے وہ افعال مراد لی ہے جن کی ممانعت غیر حتمی طور پر ثابت ہو(۷۶)، جیسے جمہور فقہاء نے مکروہ کی تعریف کی ہے۔ احناف نے حرام کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے:

۷۵۔ التعریفات ص ۱۵۶

۷۶۔ محمد ابو زہرہ، اصول الفقہ ص ۴۵۔۴۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ا۔ حرام قطعی

جس کی حرمت دلیل قطعی سے ثابت ہو، جیسے مردار اور خنزیر کا گوشت کھانے اور شراب پینے کی حرمت۔

۲۔ مکروہ تحریمی

وہ حرام جس کی حرمت دلیل ظنی (مثلاً خبر واحد) سے ثابت ہو، جبکہ مکروہ تنزیہی سے انہوں نے شریعت اسلامیہ کے ناپسند کردہ افعال کو مراد ٹھہرایا ہے۔ جمہور فقہاء کا یہی مسلک ہے۔

اثرات

علمی طور پر اس فرق کے اثرات حسب ذیل ہیں:

اگر کوئی فعل مکروہ تحریمی ہو تو احناف کے نزدیک اس کا مرتکب قابل مذمت ہے لیکن اگر کوئی فعل مکروہ تنزیہی ہے تو اس کا تارک قابل مدح ہے مگر مرتکب قابل مذمت نہیں ہے۔

جمہور کا مکروہ اور احناف کا مکروہ تنزیہی درحقیقت جانب ترک میں مندوب کا بالمقابل ہے۔

۵۔ مباح

حکم شرعی تکلیفی کی پانچویں قسم مباح افعال سے متعلق ہے۔ مباح کے لغوی معنی اظہار اور اعلان کے ہیں۔ کہا جاتا ہے: اَبَاحَ بِسِرِّہٖ اس نے اپنا راز کھول دیا۔

اصطلاحی طور پر مباح ایسا فعل ہے جس میں شارع کی طرف سے مکلف بندے کو اختیار دیا جائے کہ وہ چاہے تو اسے اختیار کر لے اور چاہے نہ کرے۔ جیسے کھانے پینے اور کھیل کود وغیرہ۔ علامہ شوکانیؒ نے مباح کی تعریف میں لکھا ہے کہ مباح ایسا فعل ہے جس کے کرنے پر کوئی شخص تعریف کا مستحق ہو اور نہ اس کے ترک پر مذمت و عتاب کا۔ مطلب یہ ہے شریعت نے اس کے فاعل کو یہ بتلا دیا ہے کہ اس کے چھوڑنے اور کرنے' دونوں صورتوں میں اس کا کوئی نقصان نہیں ہے۔

علامہ آمدیؒ نے مباح کی یہ تعریف کی ہے:

"جس پر شارع کی طرف سے کوئی سمعی دلیل بندے کو بلا کسی نعم البدل کے کرنے یا نہ کرنے کے متعلق اختیار دے"(۷۷)۔

بعض اوقات لفظ مباح ایسے امور پر بھی استعمال کیا جاتا ہے جو اصل میں تو حرام ہوتے ہیں لیکن کسی خاص سبب کے پیش آنے پر ان کو ادا کرنے میں کچھ حرج نہ ہو۔ جیسے کہا جاتا ہے "مرتد کا خون مباح ہے"۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اس کو قتل کر دے تو اس پر کوئی تاوان یا دیت واجب نہ ہو گی(۷۸)۔

۷۷۔ الاحکام فی اصول الاحکام ۱/۱۷۶

۷۸۔ محمد ابو زہرہ' اصول الفقہ ص ۴۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مباح حسب ذیل صورتوں میں ثابت ہوتا ہے :

۱۔ جب کسی فعل پر گناہ کی نفی کر دی گئی ہو اور اس کے ساتھ اباحت کا کوئی قرینہ موجود ہو' جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے :

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ ..... فَمَنِ اضْطُرَّ
فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ [المائدۃ ۵ : ۳]

تم پر مردار' خون اور خنزیر کا گوشت حرام کر دیا گیا ہے ..... پس اگر کوئی شخص بھوک میں ناچار ہو (بشرطیکہ) گناہ کی طرف مائل نہ ہو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

۲۔ ایسے عام امور جن کی حرمت و ممانعت کی کوئی صراحت موجود نہ ہو تو شریعتِ طیبہ میں ان کی اصل اباحت ہے۔ لہٰذا ایسے افعال اپنی اصل صورت یعنی اباحت پر قائم رہتے ہیں۔ البتہ شریعت طیبہ نے ان اشیاء کی اباحت کے لیے ان کے طیب و عمدہ ہونے پر زور دیا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے :

يَسْأَلُونَكَ مَاذَا أُحِلَّ لَهُمْ قُلْ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ [المائدۃ ۵ : ۴]

لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ ان کے لئے کیا حلال ہے۔ فرما دیجئے کہ ان کے لئے پاکیزہ اشیاء حلال ہیں۔

دوسری جگہ فرمایا :

يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا [البقرۃ ۲ : ۱۶۸]

اے لوگو! جو چیزیں زمین میں حلال طیب ہیں' وہ کھاؤ۔

لہٰذا ان دو شرائط یعنی ان کے حلال اور طیب ہونے کی شرط کے ساتھ تمام اشیاء کو مباح قرار دے دیا گیا ہے۔

۳۔ مباح کی تیسری صورت یہ ہے کہ اس فعل کے کرنے یا نہ کرنے دونوں کا اختیار دے دیا گیا ہو کہ چاہو تو کرو اور چاہو تو نہ کرو۔ اس صورت کی احادیث نبویہ میں بہت سی مثالیں دیکھی جا سکتی ہیں (۷۹)۔

اہم نکات

۱۔ حکمِ تکلیفی سے مراد شریعتِ اسلامیہ کی جانب سے ایسا خطاب ہے جس میں مکلفین کو کسی فعل کو انجام دینے یا اس کو چھوڑ دینے کا حکم دیا گیا ہو۔

۲۔ شریعتِ اسلامیہ میں حاکم صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

۷۹۔ محمد الخضری' اصول الفقہ ص ۵۲۔ ۵۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۳۔ اللہ تعالیٰ نے جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہے انہیں میں حُسنِ ذاتی پایا جاتا ہے اور جن کاموں سے روکا ہے انہیں میں ذاتی طور پر قبح و شر پایا جاتا ہے۔

۴۔ افعال میں حُسن و قبح ذاتی طور پر بھی موجود ہے لیکن کسی شے کے حُسن و قبح سے متصف ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اللہ تعالیٰ حکم بھی اس کے موافق ہو جس کا عقل انسانی ادراک کرے۔

۵۔ محکوم فیہ وہ فعل ہے جس کے کرنے 'نہ کرنے یا جس کے مباح ہونے کا حکم ہو۔

۶۔ محکوم فیہ کی شرائط میں سے یہ ہے کہ مدعے کو اس کا علم ہو' اس پر پوری قدرتِ عمل ہو اور اس کے کرنے میں کوئی مشقت و حرج نہ ہو۔

۷۔ محکوم علیہ یعنی مکلف کے لئے ضروری ہے کہ وہ صاحب عقل و فہم ہو۔

۸۔ حکم تکلیفی کی حسبِ ذیل پانچ اقسام ہیں :

واجب' مندوب' حرام' مکروہ اور مباح

۹۔ احناف کے نزدیک فرض اور واجب میں فرق یہ ہے کہ جو چیز دلیل قطعی سے ثابت ہو وہ فرض ہے اور جو چیز دلیل ظنی سے ثابت ہو وہ واجب ہے۔ جمہور نے فرض اور واجب میں کوئی فرق نہیں کیا۔

۱۰۔ واجب وہ فعل ہے جسے کسی حالت میں چھوڑنے کی اجازت نہ ہو اور جس کے ترک پر مکلف مذمت و عتاب کا مستحق ہو۔ واجب کی حسبِ ذیل اقسام ہیں :

۱۔ واجب بلحاظ اداء :

۱۔ واجب مطلق

۲۔ واجب مقید۔ اس کی بھی دو صورتیں ہیں : واجب موسع اور واجب مضیق۔

۲۔ واجب بلحاظ تعیین مطلوب :

۱۔ واجب معین

۲۔ واجب غیر معین

۳۔ واجب بلحاظ نوعیت :

www.kitabosunnat.com

۱۔ واجب محدود

۲۔ واجب غیر محدود

۴۔ واجب بلحاظ مکلف :

۱۔ واجب عینی (فرض عین)

۲۔ واجب کفائی (فرض کفایہ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۱۱۔ مندوب وہ فعل ہے جس کے کرنے پر فاعل کی مدح ہو اور جس کے ترک کرنے پر فاعل کی مذمت نہ کی جائے۔ مندوب امور کو واجب امور کا محافظ و نگہبان بھی کہا جاتا ہے۔ عمل کے اعتبار سے مندوب کے دو درجے ہیں :

ا۔ مؤکدہ

۲۔ غیر مؤکدہ

۱۲۔ حرام سے مراد ایسا فعل ہے جس سے شارع نے حتمی اور قطعی طور پر رک جانے کا حکم دیا ہو۔ حرام کی دو قسمیں ہیں :

ا۔ حرام لذاتہ

۲۔ حرام لغیرہ

۱۳۔ مکروہ سے مراد وہ فعل ہے جس سے شریعتِ اسلامیہ نے غیر حتمی طور پر روکا اور منع کیا ہو۔ احناف کے نزدیک مکروہ کی دو قسمیں ہیں :

ا۔ مکروہ تحریمی

۲۔ مکروہ تنزیہی

۱۴۔ مباح ایسا فعل ہے جس میں شارع نے بندے کو اختیار دیا ہو کہ وہ چاہے تو اس فعل کو کرے اور چاہے تو نہ کرے۔

کتب برائے مزید مطالعہ

ا۔ جامع الاصول از ڈاکٹر احمد حسن۔ (اردو ترجمہ الوجیز فی اصول الفقہ از ڈاکٹر عبدالکریم زیدان) مطبع مجتبائی پاکستان' ہسپتال روڈ لاہور۔

2- Principles of Islamic Jurisprudence by Dr. Ahmad Hasan, Islamic Reserch Institute, International Islamic University, Islamabad.

3- Theories of Islamic Law by Imran Ahsan Khan Nyazee, Islamic Research Institute, Islamabad.

4- Islamic Jurisprudence by Imran Ahsan Khan Nyazee, International Institute of Islamic Thought , Islamabad and Islamic Research Institute, Islamabad.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مصادر و مراجع

۱۔ قرآن مجید
۲۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح
۳۔ محمد ابو زہرہ، اصول الفقه
۴۔ محمد خضری بک، اصول الفقه
۵۔ غزالی، المستصفیٰ
۶۔ کاسانی، بدائع الصنائع
۷۔ آمدی، الاحکام فی اصول الاحکام
۸۔ ابن حجر العسقلانی، الاصابة فی معرفة الصحابة
۹۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ
۱۰۔ علی حسب اللہ، اصول التشریع الاسلامی
۱۱۔ شاطبی، اسحاق بن ابراہیم، الموافقات فی اصول الشریعة

www.kitabosunnat.com

المکتبۃ الرحمانیۃ
۹۹۔ ... ماڈل ٹاؤن۔ لاہور
نمبر ....

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

SHARI'AH ACADEMY
ISLAMABAD
PAKISTAN
INTERNATIONAL ISLAMIC UNIVERSITY